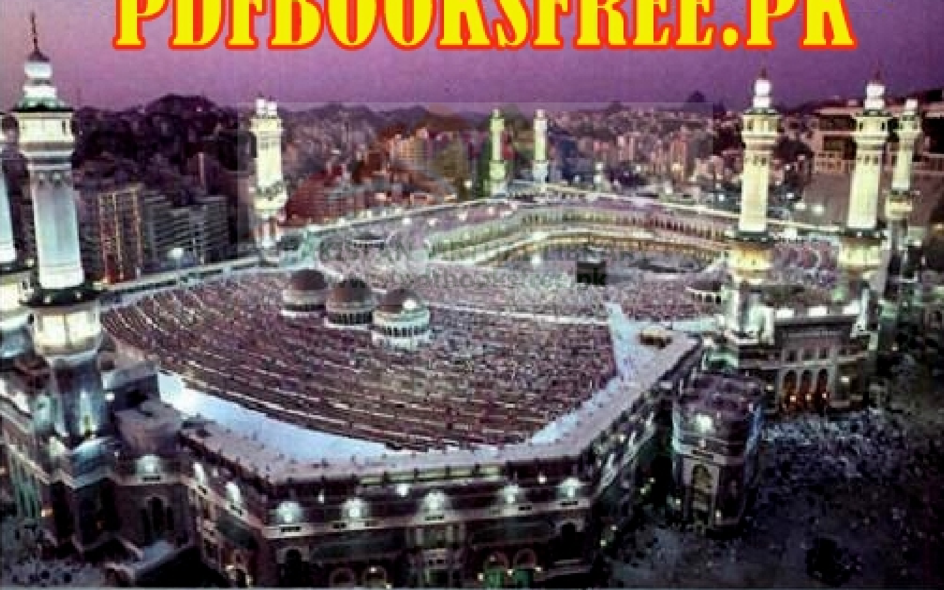
مکہ مکرمہ کی قدیم و جدید تاریخ اور حجاج کرام کی رہنمائی کے لئے

مختصر مگر جامع کتاب

تاریخ مکہ مکرمہ



مرتب کردہ / شعبہ تحقیق وتالیف دار السلام

نظر ثانی / مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ





تاریخِ مکہ مکرمہ

© مكتبة دارالسلام، ١٤٢٣هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مكتبة دارالسلام (الرياض)
تاريخ مكة المكرمة - ١٤٢٣هـ
١٨١ ص ١٤×٢١سم
النص باللغة الاوردية
النص باللغة الاوردية

ردمك : ٨-٠١-٨٩٢-٩٩٦٠
١- مكة المكرمة - تاريخ أ العنوان
ديوي ١٢١، ٩٥٣ ١٤٢٣/٤٥٠٧

رقم الايداع: ١٤٢٢/٤٥٠٧
ردمك : ٨-٠١-٨٩٢-٩٩٦٠



دارُالسّلام

کتاب وسُنّت کی اشاعت کا عالمی اِدارہ

ریاض ○ جدہ ○ خبر ○ شارجہ ○ لاہور
لندن ○ ہیوسٹن ○ نیویارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 ریاض:11416 سعودی عرب

فون : 4033962-4043432 (009661) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون: 4614483 فیکس: 4644945

جدہ فون وفیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 (009716) فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم۔ اے۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس:7354072 ای میل : darussalampk@hotmail.com
② رحمان مارکیٹ 'غزنی سٹریٹ' اُردو بازار' لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

لندن فون :5202666 (0044 208) فیکس : 5217645

ہیوسٹن فون :7220419 (001 713) فیکس :7220431 نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com





دارالسلام
کتاب وسنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض ○ جدہ ○ خبر ○ شارجہ ○ لاہور
لندن ○ ہیوسٹن ○ نیویارک

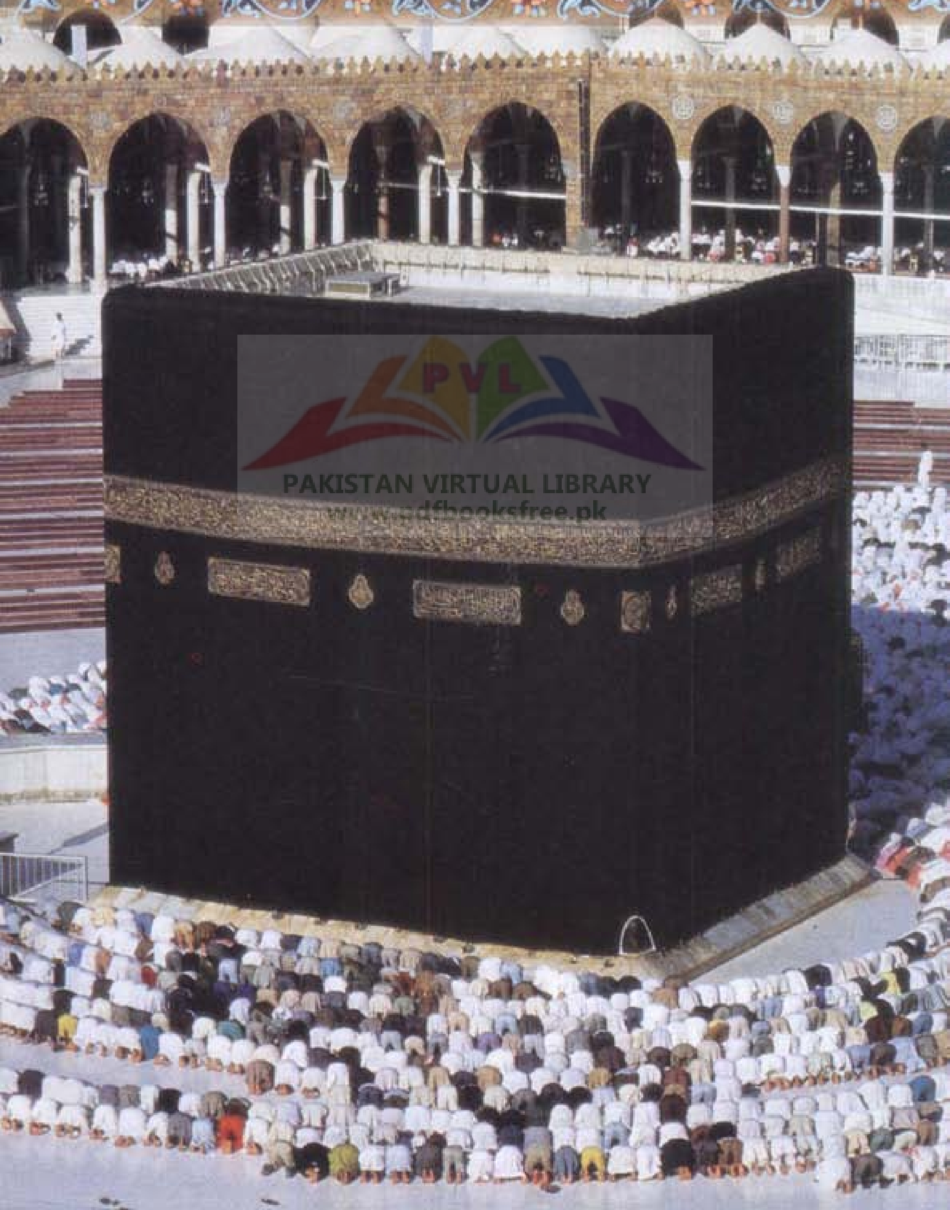




فہرست

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعٰلَمِينَ

(آل عمران:٩٦)







عرض ناشر

یہ کتاب مکہ مکرمہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے۔ اسے پڑھنے کے بعد قاری کے سامنے اس مقدس شہر کی ایک مکمل تصویر اُجاگر ہو جاتی ہے۔

یہ کتاب مفصل تاریخی بیان نہیں ہے بلکہ ہم نے اس میں صرف ایسے تاریخی واقعات بیان کیے ہیں جن کا مکہ مکرمہ کے وجود، تقدس اور دینی مقام و مرتبہ سے براہ راست تعلق ہے۔ اس کتاب میں سب سے پہلے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیے جانے، حرم کی حدود اور اس کی حرمت و احترام کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر مکہ مکرمہ کی فضیلت کے بارے میں احادیث مبارکہ ذکر کی گئی ہیں۔ پھر مکہ مکرمہ کے مختلف نام اور ان کے مطالب بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح اس میں سیدنا ابراہیم و سیدنا اسماعیل علیہ السلام، مکہ مکرمہ سے ان کے تعلق اور اس کی حرمت و آبادی کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

چونکہ مکہ مکرمہ کا تقدس اور مقام و مرتبہ کعبہ مشرّفہ کی بنا پر ہے۔ اس لیے اس کتاب کا سب سے بڑا عنوان ''کعبہ'' ہے۔ اس عنوان کے تحت کعبے کی ابتدا، تعمیر، حضرت ہاجر اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا اس سے تعلق، مختلف ادوار میں اس کی تعمیر و تجدید اور اس کی خدمت و حفاظت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس کے اطراف و اکناف میں واقع دیگر مقدس مقامات مثلاً: مقام اِبراہیم، حجرِ اَسود، حطیم اور ملتزم کا خصوصی ذکر کیا گیا ہے۔ ایک لازمی بات تھی کہ بئرِ زمزم کی ابتدا، تجدید، فضیلت اور اس کے پانی کے ساتھ علاج کے بارے میں بھی چند صفحات مخصوص کیے جاتے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہے اور اس کے بارے میں ایک زندہ مثال بھی بیان کی گئی ہے۔

اس کے بعد اس کتاب میں ''غزوۂ فتح مکہ'' کی تفصیل بیان کی گئی ہے کیونکہ مکہ مکرمہ کی تاریخ، اسلام کے مستقبل اور اس کی نشر و اشاعت اور بیت اللہ کی مشرکین سے تطہیر پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

پھر کچھ اہم مقامات ہیں جن کا ذکر کیے بغیر مکہ مکرمہ کی بات پوری نہیں ہو سکتی۔ ان کا مکہ مکرمہ کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے اس لیے ان کا ذکر بھی ضروری تھا۔ مثلاً: جَبَلِ حِرَاء، جَبَلِ ثَور، مِنیٰ، عَرَفَات، وادئ مُحَسِّر، مَسجِد خَیف اور مُزدَلِفہ وغیرہ۔

کتاب کے آخر میں قاری کو حج اور شعائرِ حج کا بیان بھی پڑھنے کو ملے گا کیونکہ حج کا مکہ مکرمہ کے ساتھ ایک مضبوط تعلق ہے اور حج کی وجہ سے مسلمانوں کے نزدیک مکہ مکرمہ کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہے۔

چونکہ مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں کے نزدیک بلند مرتبہ اور عظیم الشان ہے اس لیے ہم یہ کتاب پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہمارے اس کام کو نیکی اور قرب کا ذریعہ بنائیں گے، اسے قبول فرمائیں گے اور اسے پڑھنے والے مسلمان بھائیوں کے لیے نفع مند بنائیں گے۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ اس میں صحیح احادیث ہی بیان کریں اور معتبر روایات ہی ذکر کریں۔ اگر ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہوگا۔

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر مسئول دارالسلام

مکہ مکرّمہ کی اہمیت اور اُس کا دینی مقام و مرتبہ

بلد حرام مکہ' اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ مسلمانوں کا قبلہ اور ان کی دلی محبت کا مرکز ہے۔ حج کا مرکز اور باہمی ملاقات و تعلقات کی آماجگاہ ہے۔ روزِ اوّل ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعظیم کے پیش نظر اسے حرم قرار دے دیا تھا۔ اس میں ''کعبہ'' ہے جو روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنایا جانے والا سب سے پہلا گھر ہے۔ اس قدیم گھر کی وجہ سے اس علاقے کو ''حرم'' کا درجہ ملا ہے اور اس کی ہر چیز کو امن و امان حاصل ہے۔ حتّٰی کہ یہاں کے درختوں اور دوسری خودرو نباتات کو بھی کاٹا نہیں جا سکتا۔ یہاں کے پرندوں اور جانوروں کو ڈرا کر بھگایا نہیں جا سکتا۔ اس جگہ کا ثواب دوسرے مقامات سے کئی گنا افضل ہے۔ یہاں کی ایک نماز ایک لاکھ نماز کا درجہ رکھتی ہے۔ مکہ مکرمہ کو عظمت' حرمت اور امان سب کچھ کعبہ کی برکت سے ملا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾

''جو شخص اس (حرم) میں داخل ہو جائے امن والا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت و تقدس کے اظہار کے لیے اس کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ فرمایا:

﴿ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴾

''مجھے اس شہر کی قسم ہے''[2]

---

① سورة آل عمران: ٩٧. ② سورة البلد: ١.



رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی زمین میں بہترین جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین ہے۔ اگر مجھے تجھ سے زبردستی نکالا نہ جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا۔''①

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

إِخْتَارَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ الْبِلَادَ فَأَحَبُّ الْبُلْدَانِ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ الْبَلَدُ الْحَرَامُ

''اللہ تعالیٰ نے شہروں کو چنا تو سب سے زیادہ ''بلد حرام'' کو پسند فرمایا۔''②

مکہ، حرم ہے

مکہ مکرمہ کو ''بلد حرام'' کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت ہی سے حرم ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو مکہ کی فتح عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ خطاب فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں ہاتھیوں کو آنے سے روک دیا تھا لیکن اب اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر قابض فرما دیا ہے۔ مجھ سے پہلے مکہ مکرمہ کسی کے لیے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ میرے لیے بھی کچھ

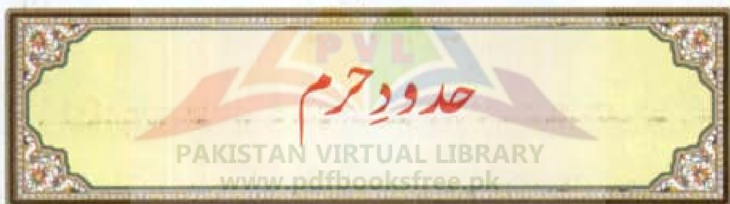
① مسند احمد ٤/٣٠٥، جامع ترمذی، حدیث: ٣٩٢٥، سنن ابن ماجہ، حدیث: ٣١٠٨

② شعب الایمان، بیہقی، حدیث: ٣٧٤٠، نیز دیکھیے: تحقیق شعب الایمان، حدیث: ٣٤٦٥، مطبوعہ ہندوستان۔

وقت تک کے لیے حلال کیا گیا تھا۔ (خبردار!) اس کے کسی شکار کو ڈرا کر بھگایا نہ جائے۔ اس کے کانٹے دار درخت نہ کاٹے جائیں۔ (اس سے مراد سرسبز نباتات ہیں۔) اس میں گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے البتہ جو اعلان کرے وہ اٹھا سکتا ہے۔ جس شخص کا کوئی رشتے دار قتل ہو جائے اسے دو چیزوں (قتل اور دیت) میں سے بہتر کا اختیار ہے (جو وہ بہتر سمجھے اسے اختیار کر سکتا ہے۔)''

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے گزارش کی: اللہ کے رسول! اِذخر [1] گھاس کو مستثنیٰ فرما دیجیے کیونکہ ہم اسے گھروں اور قبروں میں استعمال کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ''ہاں اذخر مستثنیٰ ہے (اسے کاٹا جا سکتا ہے)۔'' [2]



حدودِ حرم

سب سے پہلے حرم کی حدود مقرر کرنے والے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا جبریل علیہ السلام کی ہدایات کے مطابق حرم کی برجیاں [3] نصب کیں، پھر ان میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سیدنا تمیم بن اسد خزاعی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، انھوں نے ان برجیوں کو نئے سرے سے بنایا۔ پھر ان میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی حتی کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار قریشیوں کو

---

① اِذخر ایک خوشبودار گھاس ہے جو بالکل کھجور کی چھال کی مانند ہوتی ہے۔

② صحیح بخاری، حدیث: ٢٤٣٤، صحیح مسلم، حدیث: ١٣٥٥.

③ حدود حرم متعین کرنے کے لیے نصب کی جانے والی برجیاں مراد ہیں۔

مقرر فرمایا، جنھوں نے ان کی پھر تجدید کی۔[1]

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی تعظیم کے لیے اس کا حرم مقرر فرمایا اور اس میں ہر چیز حتیٰ کہ پرندوں اور درختوں کو بھی امان دے دی اور اس میں اعمال کا ثواب دوسرے مقامات سے افضل قرار دیا۔ حرم، مکہ مکرمہ کے ہر طرف پھیلا ہوا ہے، البتہ اس کی حدود ہر طرف ایک جیسی نہیں۔ مکہ مکرمہ کی طرف آنے والے بڑے بڑے راستوں پر حدود حرم کے نشانات لگا دیے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

❶ مغرب کی طرف: جدہ روڈ پر مقام "شُمَیْسِی" جسے "حُدَیْبِیَه" کہا جاتا تھا یہ مکہ مکرمہ سے 22 کلو میٹر دور ہے۔

❷ جنوب کی طرف: "تِهَامَه" سے "یَمَن" کے راستے پر "اِضَاءَةُ لِبْن"[2] مقام جو مکہ مکرمہ سے 12 کلو میٹر دور ہے۔

❸ مشرق کی طرف: "وَادِی عُرَنَه" کا مغربی کنارہ جو مکہ مکرمہ سے 15 کلو میٹر دور ہے۔

❹ شمال مشرق کی طرف: "جِعِرَّانَه" کے راستے پر بستی "شَرَائِعُ الْمُجَاهِدِین" کے قریب۔ اور یہ مکہ مکرمہ سے 16 کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔

❺ شمال کی طرف: مقام "تَنْعِیْم" جو کہ مکہ مکرمہ سے صرف 7 کلو میٹر دور ہے۔

---

① اخبارِ مکہ، ازرقی: ۲/۱۲۹، ۱۳۰۔

② اِضاءۃ کا معنی ہے زمین اور "لبن" ایک پہاڑ کا نام ہے۔


حدود حرم
شمال
مزدلفہ
مسجد حرام
جبل نور کی طرف
پہاڑی سلسلہ حدود حرم
ذوالحلیفہ اہل مدینہ کی میقات
(آنے جانے کا راستہ)
جحفہ اہل شام کی میقات
طائف کی طرف
جدہ کی طرف
ہائی وے
مین روڈ
سیکنڈری روڈ
سرنگ
شاہراہ مستقبل
پہاڑی سلسلہ اور حدود حرم

حرم کی عظمت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾

''جو شخص اس حرم میں داخل ہو جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے۔''①

اس آیت میں پورا حرم مراد ہے۔ جب کوئی خوفزدہ شخص حدود حرم میں داخل ہو جائے تو وہ ہر قسم کے خطرے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ دور جاہلیت میں بھی صورت حال یہی تھی۔ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے حرم میں چلا جاتا تو مقتول کا بیٹا اسے دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ حرم سے اس کے نکلنے کا انتظار کرتا تھا۔②

البتہ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص حرم کے اندر جرم کرے تو اسے امن حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس نے حرم کی بے حرمتی کی ہے۔ ہاں اگر جرم حرم سے باہر کرے پھر حرم میں چلا جائے تو اس کو تنگ کیا جائے گا۔ پھر جب وہ حرم سے باہر نکلے گا تو اس پر حد لگائی جائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (فتویٰ) منقول ہے کہ جو شخص کوئی جرم کر کے بیت اللہ کی پناہ حاصل کرے تو اسے امن حاصل ہو جائے گا اور کسی کو اجازت نہیں کہ اس کو کوئی سزا دے۔ جب وہ حرم سے نکلے گا تو پھر اسے حد لگائی جائے گی۔③

① سورة آل عمران:۹۷.　② تفسیر ابن کثیر آیت مذکورہ.

③ مثير الغرام الساكن، ابن جوزی.

مکہ مکرمہ کے نام

اس مقدس شہر اور عظیم حرم کے بہت سے نام ہیں جو تقریباً پچاس ہیں۔ ①
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پانچ نام ذکر فرمائے ہیں: مَکّہ، بَکّہ، اَلْبَلَد، اَلْقَرْیَہ اور اُمُّ القُریٰ۔

"مَکّہ" کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ ﴾

"اللہ تعالیٰ نے وادیٔ مکہ میں ان کے ہاتھوں کو تم سے روکا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے۔" ②

"بَکّہ" کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ ﴾

"لوگوں کے لیے عبادت کی غرض سے بنایا جانے والا پہلا گھر بَکّہ میں ہے جو تمام دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے۔" ③

"اَلبَلَد" کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴾

"میں اس "بَلَد" کی قسم اٹھاتا ہوں۔" ④

---

① شفاء الغرام: ۱/۴۸-۵۳، معجم البلدان: ۵/۱۸۱-۱۸۳.

② سورة الفتح: ۲۴. ③ سورة آل عمران: ۹۶. ④ سورة البلد: ۱.

اس میں "بَلَد" سے مراد "مکہ" ہے۔ ویسے لغت میں "بَلَد" بستیوں کے مرکز کو کہتے ہیں۔ "اَلقَریَه" کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً ﴾

"اللہ تعالیٰ نے ایک "قَرِیَه" کی مثال بیان فرمائی جس میں مکمل امن وسکون تھا۔"[1]

قریہ اس بستی کو کہتے ہیں جس میں بہت سے لوگ رہتے ہوں۔ اس کا لفظی معنیٰ جمع کرنا ہے۔ "قَرَیْتُ الْمَاءَ فِی الْحَوْض" کا معنی ہے: "میں نے حوض میں پانی جمع کیا۔" اُمُّ الْقُرٰی نام کا ذکر اس آیت میں ہے:

﴿ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى ﴾

"آپ "اُمُّ الْقُرٰی" والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔"[2]

اس آیت میں ام القریٰ سے مراد مکہ ہی ہے۔ مکہ مکرمہ کے اور بھی کئی نام ہیں۔ مثلاً: نَسَّاسَه، حَاطِمَه، حَرَم، صَلَاح، بَاسَه، مَعَاد، رَأْس، بَلَد اَمِین اور کُوْثٰی وغیرہ۔

---

① سورة النحل:١١٢.

② سورة الانعام:٩٢.

مکہ مکرمہ کی افضلیت

مکہ مکرمہ کی افضلیت اور مقام و مرتبہ بیان کرنے والی احادیث بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ایک عبداللہ بن عدی بن حمراء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں اونٹنی پر سوار "حَزْوَرَہ" ① مقام پر یہ فرماتے سنا:

((وَاللّٰهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ))

"اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی زمین میں بہترین جگہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین ہے اگر مجھے تجھ سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا۔" ②

اس مضمون کی یہ سب سے صحیح حدیث ہے اور اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ ہر جگہ سے افضل ہے۔ مکہ مکرمہ کی افضلیت کے لیے یہی کافی ہے کہ مسجد حرام کی نماز کا اجر ہر جگہ سے بڑھ کر ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا

---

① یہ وہ بازار ہے جو مکہ میں سیدہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر کے باہر تھا جو کہ بعد میں مسجد حرام کی توسیع میں شامل ہو گیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: زاد المعاد: ۲/ ۴۲۰-۴۲۵، مطبوعہ انصار السنة المحمدیہ، قاہرہ، مصر۔

② مسند احمد: ۴/ ۳۰۵، جامع ترمذی، حدیث: ۳۹۲۵، سنن ابن ماجہ، حدیث: ۳۱۰۸.

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَ صَلَاةٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنْ مِائَةِ اَلْفِ صَلَاةٍ))

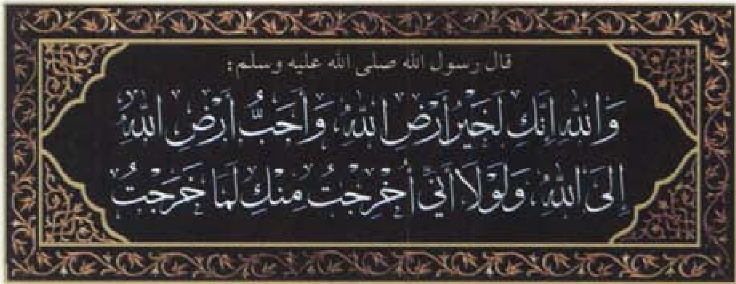
''میری اس مسجد (نبوی) میں ایک نماز دیگر مساجد میں ہزار نماز سے بہتر ہے، البتہ مسجد حرام کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں سے بھی بڑھ کر ہے۔''[1]



اگر ہم مسجد حرام کی ایک نماز کی فضیلت کا ایک لاکھ نمازوں کے مطابق حساب لگائیں تو مسجد حرام کی ایک نماز پچپن سال چھ ماہ بیس دن کی نمازوں کے برابر بنتی ہے اور ایک دن رات کی پانچ نمازیں دو سو ستر سال نو مہینے دس دن کی نمازوں کے برابر ہوں گی۔ حرم کی نماز کے ثواب کی اس قدر کثرت، تقاضا کرتی ہے کہ حرم کی ہر نیکی کا ثواب لاکھ نیکی کے برابر ہوگا۔ علامہ محبّ الدین احمد بن عبداللہ طبری نے فرمایا: ''نماز' روزہ کے ثواب کی کثرت والی روایات دلیل ہیں کہ ثواب کی یہ کثرت تمام نیکیوں میں ہوگی۔''[2]

---

① مسند احمد: ٣/ ٣٤٣' ٣٩٧. ② منائح الکرم: ١/ ٢٣٤' مناسك النووی' ص: ٤٠٧' القِرٰی لمقاصد اُمّ القُرٰی، علامه محبّ الدین طبری، ص: ٦٥٨.



حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مکہ مکرمہ میں ایک روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابر، ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم کے برابر بلکہ ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوگی۔''[1]

البتہ ثواب زیادہ ہونے کی دو شرطیں ہیں:

❶ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے۔ ❷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہر گناہ سے پرہیز کرے کیونکہ یہاں جس طرح نیکیوں کا ثواب بڑھتا ہے اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی بڑھتا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مکہ مکرمہ میں جس طرح نیکیاں بڑھتی ہیں گناہ بھی بڑھتے ہیں۔''[2]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ''کیا برائی کا گناہ ایک سے زائد لکھا جاتا ہے؟''

انھوں نے فرمایا: ''نہیں، البتہ مکہ مکرمہ کی عظمت کے پیش نظر وہاں زائد لکھا جاتا ہے۔''

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح فرمایا تھا کہ ''اگر عدن ابین میں کوئی شخص کسی شخص کو بیت اللہ میں قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے۔''[3]

---

① فضائل مكة، حسن بصرى، ص:٢١. ② مثير الغرام، ص:٢٣٤.

③ تفسير طبرى، سورة الحج:٢٥، مسند احمد:١/٤٢٨، ٤٥١.

مکہ مکرمہ کی رہائش

مکہ مکرمہ کی رہائش مستحب ہے کیونکہ اس میں نیکیاں اور طاعات بڑھتی ہیں۔ سلف وخلف ائمہ میں سے بے شمار حضرات نے مکہ مکرمہ کی رہائش اختیار کی ہے۔ مکہ مکرمہ میں رہائش کے استحباب کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خواہش فرمائی ہے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں مکہ مکرمہ دوبارہ جانے کی تمنا کی تھی۔[1]

اپنے شہر سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کرنے کے بارے میں سب سے دلچسپ بات علامہ زَمَخشَرِی نے "کَشَّاف" میں لکھی ہے، فرماتے ہیں:

"ہم اور ہمارے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کے حرم کی رہائش اور بیت اللہ کے قریب رہنے سے بڑھ کر کوئی نیکی ایسی نہیں دیکھی جو نفس کو مغلوب کرنے اور شہوت کی نافرمانی میں معاون ثابت ہو، پریشان دل کو مطمئن کرنے والی اور فکر وغم کے تانے بانے سلجھانے والی ہو۔ قناعت پر ابھارنے والی اور شیطان کو بھگانے والی ہو۔ فتنوں سے بچانے والی اور دینی معاملات میں نظم وضبط پیدا کرنے والی ہو۔ ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا تجربہ اس پر گواہ ہے۔ ہم نے گھوم پھر کر اس بات کی تصدیق کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے لیے یہ کام آسان فرما دیا اور صبر وشکر کی توفیق عنایت فرمائی۔"[2]

---

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۹۲۶، شفاء الغرام: ۱/ ۱۶۰، ۱۶۱ القِریٰ لمقاصد أمّ القریٰ: ۶۶۰- ۶۶۳ ② الکشاف: ۳/ ۴۶۵.

کعبہ شریف کی تاریخ

وجہ تسمیہ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾

''اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا۔''①



کعبہ' اللہ تعالیٰ کا قابل احترام گھر ہے جو مسجد حرام کے درمیان میں واقع ہے۔

اسے کعبہ کہنے کی وجہ علامہ ازرقی نے اَبُو نَجِیح کے حوالے سے یوں بیان کی ہے:

''اس کا نام ''کعبہ'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ ٹخنے کی طرح باقی زمین سے اونچا تھا اسی لیے اسے ''مربعہ'' بھی کہا گیا ہے۔ عکرمہ اور مجاہد کا یہی قول ہے کیونکہ جب چادر کی چار تہیں لگا دی جائیں تو اسے عربی میں مکعب چادر کہا جاتا ہے۔''

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے بلند اور نمایاں ہونے کی وجہ سے اسے کعبہ کہا جاتا ہے۔ اسے ''بیت عتیق'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے

---

① سورة المائدة:۹۷.

کافر بادشاہوں سے آزاد رکھا ہے، سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا سُمِّيَ الْبَيْتَ الْعَتِيقَ لِأَنَّهُ لَمْ يَظْهَرْ عَلَيْهِ جَبَّارٌ))

"کعبہ کو بیت عتیق اس لیے کہا گیا ہے کہ کوئی کافر بادشاہ اس پر قابض نہیں ہوا۔" [1]





① جامع ترمذی، حدیث: ۳۱۷۰ امام ترمذی نے کہا: حسن غریب ہے، حاکم نے کہا: بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور شیخ البانی نے کہا ضعیف ہے۔

کعبہ کی تعمیر

کعبہ ایک سے زائد مرتبہ بنایا گیا، مشہور یہ ہے کہ پانچ مرتبہ اس کی تعمیر ہوئی۔

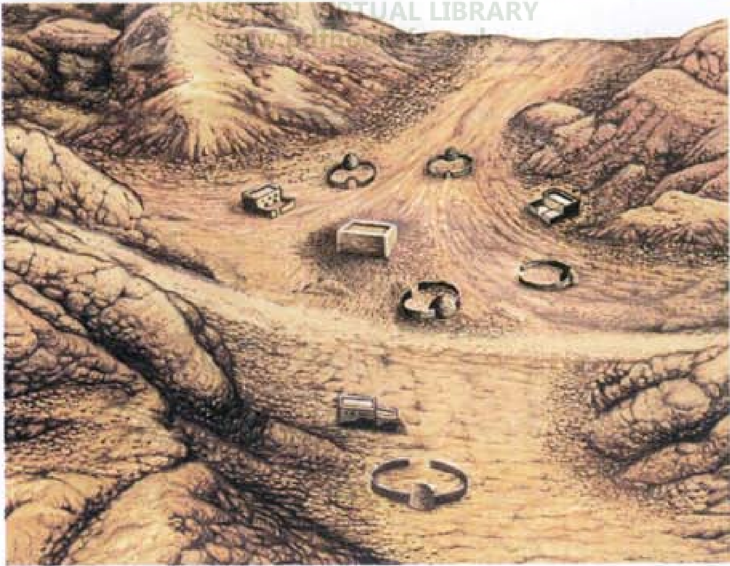
* پہلی مرتبہ فرشتوں نے بنایا۔
* دوسری مرتبہ آدم علیہ السلام نے بنایا۔
* تیسری مرتبہ ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔
* چوتھی مرتبہ قریش نے دور جاہلیت میں بنایا۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی۔
* پانچویں مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بنایا۔

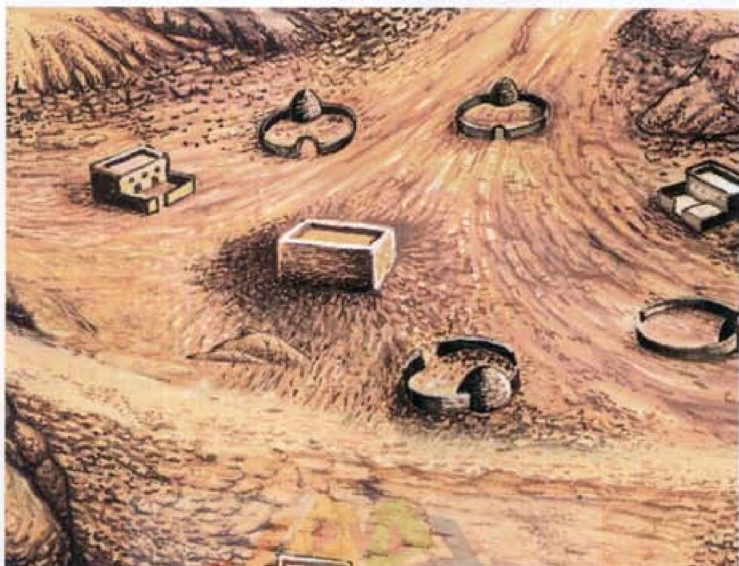


ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کی تعمیر کعبہ

جب سیدہ ھاجر علیہا السلام کے ہاں اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو سیدہ سارہ علیہا السلام کو بہت غیرت محسوس ہوئی۔ انھوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ یہ مجھے نظر نہ آئیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجر علیہا السلام اور ان کے بچے کو لے کر چل پڑے اور انہیں وہاں ٹھہرایا جہاں آج مکہ مکرمہ ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام بعد میں انہیں ملنے اور خبر گیری کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ تشریف لائے تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام زمزم کی جگہ کے قریب ایک درخت کے نیچے





اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ جب انھوں نے والد محترم کو آتے دیکھا تو لپک کر اٹھے، دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے اور محبت و پیار کا اظہار کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے: ''اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔''

وہ کہنے لگے: ''ٹھیک ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، بجالائیں۔''

انھوں نے فرمایا: ''آپ میری مدد کریں گے؟''

وہ کہنے لگے: ''ضرور کروں گا''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں یہاں اللہ کا گھر بناؤں۔ (یہ بات انھوں نے ایک بلند ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہی)''

پھر انھوں نے مل کر بیت اللہ کی بنیادیں اٹھائیں۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام عمارت بناتے تھے، حتّٰی کہ جب عمارت اونچی ہوگئی تو سیدنا

اسماعیل علیہ السلام یہ پتھر (مقام ابراہیم) لائے اور والد محترم کے پاس رکھ دیا تاکہ اس پر چڑھ کر عمارت بنا سکیں۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام انھیں پتھر پکڑاتے تھے اور وہ دونوں تعمیر کے وقت بیت اللہ کے ارد گرد گھومتے ہوئے یہ دعا پڑھتے تھے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

"اے ہمارے پروردگار! (یہ کام) ہماری طرف سے قبول فرما۔ یقیناً تو خوب سننے اور جاننے والا ہے۔"[1]





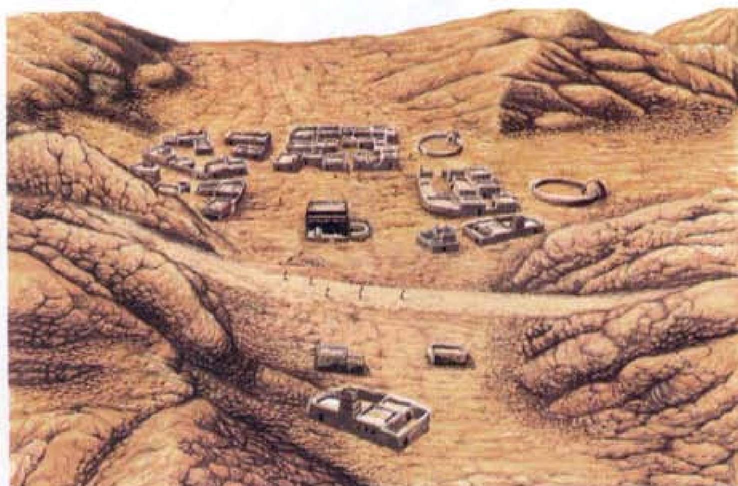


① سورة البقرة:١٢٧.

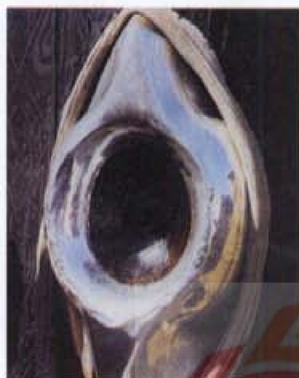
قریش کی تعمیر کعبہ

رسول اللہ ﷺ کے اعلان نبوت سے کچھ عرصہ قبل بیت اللہ، سیمنٹ کے بغیر ایک دوسرے پر رکھے ہوئے سادہ پتھروں کی صورت میں تھا۔ اس کی اونچائی انسانی قد سے زائد تھی۔ کچھ لوگوں نے کعبہ کا خزانہ لوٹنے کا پروگرام بنایا جو کہ کعبہ کے اندر ایک کنویں میں تھا۔ اس لیے قریش نے ارادہ کیا کہ اسے مزید اونچا کر کے چھت ڈال دی جائے۔

اتفاقاً ان دنوں سمندر نے جدہ کے قریب ایک رومی تاجر کا جہاز ساحل کی طرف پھینک دیا، وہ ٹوٹ پھوٹ چکا تھا۔ قریش مکہ نے اس کی لکڑی کو چھت کے لیے منتخب کیا۔ جب سابقہ عمارت گرانے کا وقت آیا تو لوگ ڈرنے لگے مگر ولید بن مغیرہ نے گرانا شروع کر دیا۔ جب اسے کچھ نہ ہوا تو دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔



نبی کریم ﷺ کا حجر اسود نصب فرمانا



تمام قریشی قبائل نے کعبہ کی تعمیر کے لئے اپنے اپنے طور پر الگ الگ پتھر جمع کیے پھر کعبہ کی تعمیر شروع ہوئی۔ جب عمارت ''حجر اسود'' والی جگہ تک اونچی ہوگئی تو ان میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ حجر اسود نصب کرنے کی سعادت ہمیں ہی حاصل ہو حتی کہ وہ ایک دوسرے سے دور ہو گئے اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔

چار پانچ دن اسی طرح گزر گئے پھر وہ مسجد حرام میں جمع ہوئے اور باہمی مشورہ شروع کیا تا کہ حق و انصاف سے فیصلہ ہو سکے۔ بعض مؤرخین کے مطابق ابو اُمیّہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے' جو کہ اس وقت قریش میں سب سے بزرگ شخص تھے' یہ تجویز پیش کی کہ اس اختلاف کو طے کرنے کے لیے تم اس شخص کو فیصل مان لو جو کل صبح سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ وہ سب مان گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اگلے دن سب سے پہلے داخل ہونے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ وہ سب کہنے لگے: ''یہ امانت دار شخص ہیں ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔''

جب آپ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے پوری صورت حال آپ کے سامنے پیش کی۔ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس ایک کپڑا لاؤ۔''

کپڑا لایا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود اس میں رکھ دیا پھر فرمایا: ''ہر قبیلہ اس کپڑے کا کوئی نہ کوئی کنارہ پکڑ لے پھر سب مل کر اٹھاؤ۔''

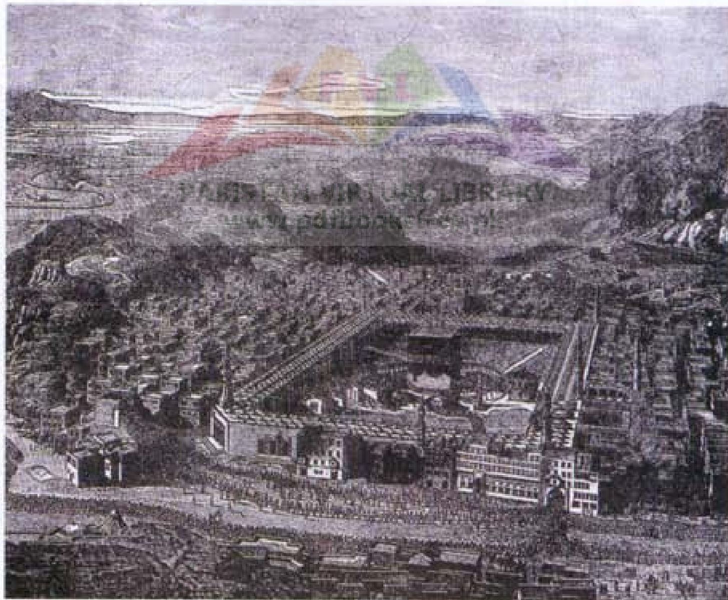
جب وہ اس طرح اٹھا کر اصل جگہ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ساتھ حجر اسود اصل جگہ پر نصب فرما دیا۔ سب لوگ اس تدبیر سے بہت خوش ہوئے۔ ①



① سیرة ابن هشام: ١/٢٣٣، ٢٣٤

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر کعبہ

جب سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور حکومت کی طرف سے خطرہ محسوس کیا تو انھوں نے حرم مکہ میں پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ انھوں نے اپنے دوست احباب جمع کیے، یزید کی خرابیوں کا تذکرہ کیا اور بنوامیہ کی ڈٹ کر مخالفت کی۔



یزید کو پتہ چلا تو اس نے انہیں قید کرنے کے لیے اپنے لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ ابھی یزید لشکر کی تیاری ہی میں مصروف تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ اہل مدینہ نے اس کے گورنر

اور بنو امیہ کے افراد کو مدینہ منورہ سے نکال دیا ہے، البتہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خاندان کو رہنے دیا ہے۔ تو اس نے پہلے اہل مدینہ کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا۔

جب یہ لشکر فتح مند ہوا تو اس نے اسی لشکر کو حُصَین بن نُمَیر کی قیادت میں مکہ جانے کا حکم دیا۔ اس لشکر نے مکہ مکرمہ جا کر چند دن لڑائی کی، سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے ساتھیوں کو جمع فرمایا اور مسجد حرام میں پناہ گزیں ہو گئے۔

چونکہ کعبہ کے اردگرد خیموں کی کثرت تھی۔ ایک خیمے میں جو آگ لگی تو وہ دوسرے خیموں تک پھیل گئی۔ اس دن ہوا بھی تیز چل رہی تھی۔ اس وقت کعبہ لکڑی اور پتھر سے بنا ہوا تھا اور اوپر غلاف بھی تھا۔ ہوا کے ساتھ شعلے اُڑے تو غلاف کعبہ کو آگ لگ گئی۔ آگ ایسی بڑھی کہ غلاف کے ساتھ لکڑی بھی جو کہ پتھروں کے درمیان تھی، سب جل گئی۔

اس طرح بیت اللہ کی دیواریں کمزور ہو گئیں حتیٰ کہ اوپر سے پتھر گرنے لگے۔ اگر کوئی کبوتر بھی کعبہ کی عمارت پر آ بیٹھتا تو پتھر گرنے لگتے۔ یہ دیکھ کر مکہ والے حتیٰ کہ یزیدی لشکر والے (وہ لوگ، جو شام سے لڑنے کی غرض سے یہاں پہنچے تھے) بھی گھبرا گئے۔ حُصَین بن نُمَیر نے سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ مکرمہ کے چند معتبر لوگوں کو اس کے پاس بھیجا، انہوں نے حصین سے کہا: ”جس نوجوان (یزید بن معاویہ) کی ابن زبیر نے بیعت نہیں کی تھی، وہ فوت ہو چکا ہے۔ (اُس کی وفات کعبہ کو آگ لگنے کے ستائیس دن بعد ہوئی تھی) تو اب تم ہم سے کس لیے لڑائی پر مُصر ہو؟ تم واپس شام چلے جاؤ اور دیکھو تمہارے نئے حاکم (معاویہ بن یزید) کی رائے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ لوگ اس پر متفق بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔“

وہ لوگ اس پر مسلسل زور دیتے رہے حتیٰ کہ وہ شام کی طرف لوٹ گیا۔ کعبہ کو آگ لگنے کا واقعہ بروز ہفتہ 3 ربیع الاول 64ھ کو پیش آیا اور حُصَین بن نُمَیر کی واپسی 5 ربیع الثانی 64ھ



کو ہوئی۔ جب شامی لشکر واپس چلا گیا تو سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ مکرمہ کے سرداروں اور معزز لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان سے کعبہ کی جلی ہوئی عمارت کو گرانے کے بارے میں مشورہ لیا، بہت کم لوگوں نے اس بات کی تائید کی۔ اکثر لوگوں نے اس سے انکار کیا۔ سب سے زیادہ اس کے مخالف سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ انھوں نے فرمایا: ''کعبہ کو اسی حالت پر رہنے دو جس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے۔ ورنہ مجھے خطرہ ہے تمہارے بعد آنے والے حکمران اسے گراتے بناتے رہیں گے جس سے اس کا احترام غارت ہو جائے گا، ہاں اسی کو مرمت وغیرہ کر دو۔''

ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! تم میں سے کوئی بھی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اپنے ماں باپ کے گھر کو صرف پیوند لگاتا رہے، تو میں کیسے بیت اللہ کو صرف پیوند لگانے پر اکتفا کر لوں؟ جبکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی دیواریں اوپر سے نیچے تک ہل رہی ہیں اور کبوتر بیٹھنے سے بھی اس کے پتھر گرنے لگتے ہیں۔''

پھر کچھ دن تو ابن زبیر رضی اللہ عنہما انتظار اور مشورہ فرماتے رہے آخر انھوں نے کعبہ کی

اس عمارت کو گرانے کا فیصلہ کرلیا۔ نیز وہ چاہتے تھے کہ بیت اللہ کو اصل ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کریں جیسا کہ صحیحین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''عائشہ! تجھے علم نہیں کہ جب تیری قوم (قریش) نے کعبہ بنایا تھا تو وہ بیت اللہ کو مکمل ابراہیمی بنیادوں پر نہیں بنا سکے تھے بلکہ انھوں نے کچھ حصہ کم کردیا تھا۔''

میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! تو پھر آپ اسے دوبارہ ابراہیمی بنیادوں کے مطابق کیوں نہیں بنا دیتے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ))

''ابھی تیری قوم (قریش) کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں، اگر ان کے مرتد ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ایسا کر گزرتا۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: ''میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم والی جانب کے دونوں کونوں کو (طواف کے دوران میں) اسی لیے ہاتھ نہیں لگایا تھا کہ وہ صحیح ابراہیمی بنیادوں پر نہیں۔''[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''کیا وجہ ہے، بیت اللہ کا دروازہ اونچا لگایا گیا ہے؟''

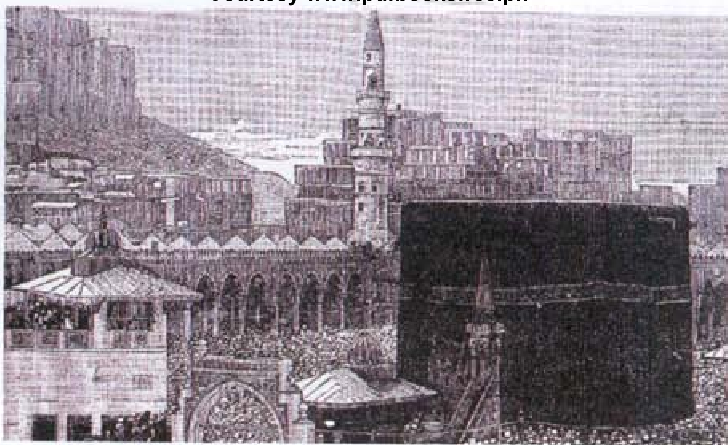
آپ نے فرمایا: ''تیری قوم (قریش) کا مقصد یہ تھا کہ جسے چاہیں بیت اللہ میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں۔''[2]

ایک اور حدیث میں ہے: ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش ابھی اسلام میں

---

① صحیح بخاری، حدیث:۱۵۸۳.

② صحیح بخاری، حدیث:۱۵۸٤، صحیح مسلم، حدیث:۱۳۳۳.



داخل ہوئے ہیں تو میں کعبہ کو گرا کر دوبارہ بناتا اور اس میں دو دروازے لگا دیتا۔ ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے باہر نکلتے۔'' چنانچہ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ کام کر دیا۔ ①

انھوں نے کعبہ کی جلی ہوئی عمارت گرا کر اسے اصل ابراہیمی بنیاد کے مطابق بنا دیا، جب کہ قریش نے (حلال مال کی کمی کی وجہ سے) کچھ کم کر دیا تھا۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حطیم کو بیت اللہ میں داخل کر دیا اور دو دروازے لگا دیے، ایک مشرقی جانب اور دوسرا مغربی جانب۔ ②

جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے کعبہ کو نیچے سے اوپر تک اندر باہر خوشبو لگائی' قباطی کپڑے کا نیا غلاف چڑھایا اور فرمایا: ''جس شخص پر میری اطاعت ضروری ہے (جس نے میری بیعت کر رکھی ہے) وہ جائے اور تنعیم سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا عمرہ کرے پھر جو شخص وسعت رکھتا ہے وہ اونٹ ذبح کرے اور جو اونٹ ذبح نہیں کر سکتا وہ بکری ذبح کرے۔''

پھر آپ پیدل چلے' لوگ بھی آپ کے ساتھ پیدل چلے حتی کہ سب نے تنعیم سے

---

① اخبار مکہ، ازرقی: ۱/ ۲۰۰-۲۱۹.
② اخبار مکہ، ازرقی: ۱/ ۲۰۵.

احرام باندھ کر عمرہ کیا۔ مقصد، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا تھا۔ اس دن سے زیادہ کبھی غلام آزاد ہوئے نہ اونٹ اور بکرے ذبح ہوئے اور نہ اس دن سے بڑھ کر کبھی صدقہ کیا گیا۔

سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے خود سو اونٹ ذبح کیے پھر جب طواف کیا تو چاروں کونوں کو ہاتھ لگایا اور فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو (شمالی و غربی) کونوں کو اس لیے ہاتھ نہیں لگایا تھا کہ اس وقت بیت اللہ مکمل نہیں تھا۔''

اس کے بعد بیت اللہ اسی حال پر رہا جب کوئی شخص طواف کرتا تو چاروں کونوں کو ہاتھ لگاتا اور مشرقی دروازے سے بیت اللہ میں داخل ہو کر مغربی دروازے سے نکلتا۔ دروازے زمین پر تھے۔ حتّٰی کہ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیے گئے۔ حجاج، مکہ میں داخل ہوا۔ اس نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر کا سارا واقعہ لکھ بھیجا۔ عبدالملک نے جواب میں لکھا: ''مغربی دروازہ جسے ابن زبیر نے بنایا ہے، بند کر دو اور جو بیت اللہ کی عمارت میں حِجر کی جانب اضافہ کیا ہے وہ بھی گرا دو۔''

حجاج نے چھ ہاتھ اور ایک بالشت (تقریباً دس فٹ) حِجر کی طرف سے عمارت گرا دی اور پہلی طرح کا غلاف چڑھا دیا۔ باقی میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ بعد میں عبدالملک کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پہنچی تو اسے اپنے حکم پر بہت افسوس ہوا لیکن اس نے بیت اللہ کو اسی طرح رہنے دیا، اس میں کوئی اضافہ نہ کیا۔[1]

جب ولید بن عبدالملک کی خلافت کا دور آیا، تو اس نے مکہ مکرمہ کے گورنر خالد قسری کو چھتیس ہزار دینار بھیجے۔ اس نے کعبہ کے دروازے، پرنالے اور اندرونی ستونوں وغیرہ پر سونے کے پترے چڑھا دیے۔ اسلامی تاریخ میں ولید بن عبدالملک وہ پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے بیت اللہ میں سونے کا کام کرایا۔

---

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۳۳۔

واقعہ اصحاب فیل

سردار عبدالمطلب کے دور میں ایک عظیم الشان واقعہ رونما ہوا جسے قرآن مجید نے بیان کر کے تاریخ میں زندہ رکھا ہے۔ یہ ہاتھی والوں کا واقعہ ہے۔ بات یوں ہوئی کہ یمن کے بادشاہ ابرہہ حبشی نے ''صَنعَا'' شہر میں ایک گرجا تعمیر کیا جسے قُلَّیس کہا جانے لگا' مقصد یہ تھا کہ عربی لوگ حج کرنے کے لیے ''کعبہ'' کے بجائے یہاں آئیں۔ عربوں کو اس پر بہت طیش آیا۔ ایک کنانی آدمی نے اس گرجا قلیس میں گندگی کردی۔ اَبرہہ کو پتہ چلا تو اس نے غضبناک ہو کر قسم اٹھائی کہ میں بیت اللہ کو گرا کر دم لوں گا۔ پھر اس نے حبشیوں کو تیاری کا حکم دیا اور ہاتھی لے کر مکہ کی طرف چل پڑا۔

جب اَبرہہ، طائف کے راستے میں مُغَمَّس مقام پر فروکش ہوا تو اس نے اَسود بن مقصود حبشی کو چند سوار دے کر مکہ کی طرف بھیجا۔ اس نے تِہَامَہ کے علاقے میں قریشیوں اور دوسرے لوگوں میں لوٹ مار کی حتیٰ کہ وہ عبدالمطلب بن ہاشم کے دو سو اونٹ بھی لے گیا۔ عبدالمطلب ہی ان دنوں قریش کے بڑے اور سردار تھے۔ پہلے تو قریش' کنانہ اور ہذیل کے قبائل نے اس کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی مگر جلد ہی انھیں پتہ چل گیا کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے' لہٰذا وہ چپ ہو گئے۔

اَبرہہ نے حُناطہ حِمیَری کو مکہ بھیجا کہ جا کر اس شہر کے سردار سے ملو اور اسے میری طرف سے پیغام دو کہ میں اس سے لڑنے نہیں آیا۔ میں تو صرف بیت اللہ ڈھانے آیا ہوں' اگر تم رکاوٹ نہ بنو تو مجھے خون ریزی کی ضرورت نہیں۔ اگر سردار جنگ نہ چاہتا ہو تو اسے میرے پاس لے آؤ۔

سُورَةُ الفِيل

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

أَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصۡحَٰبِ ٱلۡفِيلِ ﴿١﴾ أَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ فِي تَضۡلِيلٖ ﴿٢﴾ وَأَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا أَبَابِيلَ ﴿٣﴾ تَرۡمِيهِم بِحِجَارَةٖ مِّن سِجِّيلٖ ﴿٤﴾ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٖ مَّأۡكُولِۭ ﴿٥﴾

جب حُناطہ مکہ پہنچا تو اس نے پوچھا: ''شہر کا سردار کون ہے؟''

اسے بتایا گیا کہ مکہ کے سردار، عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ وہ ان کے پاس آیا اور اَبرہہ کا پیغام پہنچایا۔ عبدالمطلب کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! ہم اس سے لڑنا نہیں چاہتے نہ ہمیں اتنی طاقت حاصل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قابل احترام گھر ہے جسے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو بچانا چاہا تو بچالے گا۔ یہ اس کا گھر اور حرم ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نہ روکا تو ہمیں اتنی طاقت ہی نہیں کہ ہم اسے روک سکیں۔''

حُناطہ کہنے لگا: ''آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلیں، اس نے آپ کو بلایا ہے۔'' حضرت عبدالمطلب انتہائی خوبصورت، خوش شکل اور عظیم قد کاٹھ کے مالک تھے۔ جب اَبرہہ نے انہیں دیکھا تو ان کا نہایت احترام کیا اور مناسب نہ سمجھا کہ ان کو اپنے سے نیچے بٹھائے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ حبشی لوگ انھیں اس کے برابر تخت پر بیٹھا دیکھیں۔ اس لیے وہ خود تخت سے نیچے اتر آیا اور چٹائی پر بیٹھ گیا اور ان کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ پھر اپنے ترجمان سے کہنے لگا: ''ان سے پوچھو: کیسے آئے ہیں؟''

ترجمان نے یہ بات ان سے کہی تو وہ کہنے لگے: ''میرا مقصد یہ ہے کہ بادشاہ

(اَبرَہَہ) میرے دوسواونٹ واپس کردے۔"

ترجمان نے یہ بات بادشاہ سے کہہ دی۔

اَبرہَہ کہنے لگا: "ان سے کہو کہ میں نے جب تمھیں دیکھا تھا تو بہت عظیم سمجھا تھا مگر تم نے بہت معمولی بات کی ہے۔ تم اپنے دوسواونٹوں کی تو بات کرتے ہو مگر تمھیں اس گھر کی کوئی فکر نہیں جو تمھارے اور تمھارے آباء واجداد کے دین کی بنیاد ہے۔ میں اس گھر کو گرانے آیا ہوں تمھیں اس کی فکر نہیں؟"

عبدالمطلب کہنے لگے: "میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔"

اَبرہَہ نے کہا: "وہ اِسے مجھ سے نہیں بچا سکے گا۔"

عبدالمطلب نے فرمایا: "تو جانے اور وہ۔"

اَبرہَہ نے عبدالمطلب کے اونٹ واپس کردیے۔ عبدالمطلب قریش کے پاس واپس گئے اور انھیں مکہ خالی کردینے کا حکم دیا، تاکہ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ حاصل کرکے لشکر کے حملے سے بچ سکیں۔ پھر سردار عبدالمطلب اٹھے، کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑا۔ ان کے ساتھ کچھ اور قریشی بھی اللہ تعالیٰ سے اَبرہَہ اور اس کے لشکر کے خلاف دعائیں کررہے تھے۔ سردار عبدالمطلب نے اس طرح دعا مانگی: "اے اللہ! ہر آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ کل ان کی صلیب اور سازش تیری تدبیر پر غالب نہ آئے۔"

اگلے دن صبح ہی اَبرہَہ نے مکہ مکرمہ داخل ہونے کی تیاری کی۔ اپنا ہاتھی تیار کیا اور لشکر ترتیب دیا۔ اس کے ہاتھی کا نام "محمود" تھا۔ جب لشکر نے ہاتھی کو مکہ کی طرف چلایا تو ہاتھی بیٹھ گیا۔ انھوں نے اسے مارا اور بڑی کوشش کی کہ وہ اُٹھ کھڑا ہو لیکن وہ ٹس سے مس



نہ ہوا۔ جب انھوں نے اسے یمن کی طرف چلایا تو وہ بھاگنے لگا۔ شام کی طرف چلاتے تب بھی بھاگتا۔ مشرق کی طرف چلاتے تب بھی بھاگتا لیکن جب مکہ کی طرف چلاتے تو بیٹھ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کی طرف سے پرندے بھیجے۔ ہر پرندے کے منہ اور پنجوں میں تین پتھر تھے جو چنے یا مسور کے دانے کے برابر تھے۔ وہ پتھر جس کو بھی لگ جاتا، وہ مرجاتا تھا۔ باقی ماندہ لوگ بھاگے، کوئی راستوں میں گر کر مرا کوئی پانی کے گھاٹوں پر۔

اَبرہَہ کو بھی پتھر لگے۔ اس کے درباری اس کو لے کر یمن چلے۔ راستے میں اس کی انگلیوں کے پورے ایک ایک کر کے گرتے جاتے تھے۔ جب وہ صنعاء پہنچا تو پرندے کے چوزے کی طرح ہو چکا تھا، وہاں پہنچ کر مر گیا۔

اس واقعہ کا دوسرے قبائل پر بہت اثر پڑا۔ قریش کی فضیلت اور مرتبہ کو چار چاند لگ گئے۔ تمام قبائل قریش کی بہت زیادہ عزت کرنے لگے اور کہنے لگے: ''یہ اللہ والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے لڑائی کی اور ان کے دشمن کا کچومر نکال دیا۔''

اس کے ساتھ ساتھ سردار عبدالمطلب کا مقام لوگوں کی نظروں میں بہت بڑھ گیا۔ تمام عرب قبائل میں انہیں شہرت حاصل ہوگئی اور وہ عظمت وشان سے بہرہ ور ہوئے کیونکہ انھوں نے بڑی ذہانت اور حسن تدبیر کا مظاہرہ کیا اور اپنی قوم کو عظیم خطرات سے بچالیا۔

قیامت کے قریب انہدام کعبہ

بہت سی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ قرب قیامت کعبہ کو شہید کر دیا جائے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُوالسُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ))

''چھوٹی چھوٹی ٹیڑھی پنڈلیوں والا ایک حبشی کعبہ کی عمارت ڈھائے گا۔''①

علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''اس گھر کا طواف جس قدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ کر لو، ایک وقت آئے گا طواف نہیں ہوگا۔ میں تصور کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں کہ ایک چھوٹے سر اور چھوٹے کانوں والا حبشی اپنی کدال کے ساتھ بیت اللہ کی عمارت ڈھا رہا ہے۔''②

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَأَنِّي بِهِ أَسْوَدَ أَفْحَجَ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا))

''گویا کہ میں اس کالے ٹیڑھی پنڈلیوں والے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ دے گا۔''③

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُبَايَعُ لِرَجُلٍ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَلَنْ يَسْتَحِلَّ الْبَيْتَ إِلَّا أَهْلُهُ فَإِذَا اسْتَحَلُّوهُ فَلَا يُسْأَلُ عَنْ هَلَكَةِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَأْتِي الْحَبَشَةُ

① صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۹۱۔ ② اخبار مکہ، علامہ فاکہی، ص: ۳۱۳۔
③ صحیح بخاری، حدیث: ۱۵۹۵۔

فَيُخَرِّبُوْنَهُ خَرَابًا، لَا يَعْمُرُ بَعْدَهُ أَبَدًا، وَهُمُ الَّذِيْنَ يَسْتَخْرِجُوْنَ كَنْزَهُ))

''حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ سب سے پہلے اسی کے متبعین اس گھر کی بے حرمتی کریں گے۔ اس وقت عربوں کی ہلاکت یقینی ہوگی، پھر حبشی آئیں گے اور بیت اللہ کو ایسا ویران کریں گے کہ اس کے بعد کبھی آباد نہ ہو سکے گا۔ یہی لوگ بیت اللہ کا خزانہ نکال لے جائیں گے۔''[1]



یہ حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَةَ فَإِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ))

''ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرنے آئے گا تو ان سب کو مقام ''بیداء'' پر دھنسا دیا جائے گا۔''[2]

① مسند احمد: ۲/۲۹۱، مستدرك حاكم: ٤/٤٥٢، مجمع الزوائد: ۳/۲۹۸.

② صحيح بخاري، حديث: ۲۱۱۸.

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح الباری میں ''بَابُ هَدْمِ الْكَعْبَةِ'' کے تحت رقمطراز ہیں:

''اس حدیث میں اشارہ ہے کہ کعبہ پر حملہ دو دفعہ ہوگا۔ ایک دفعہ تو اللہ تعالیٰ کعبہ تک پہنچنے سے پہلے ہی لشکر کو ہلاک فرما دیں گے۔ دوسری دفعہ وہ پہنچ جائیں گے اور ظاہر ہے کہ کعبہ کو منہدم کرنے والوں کا حملہ دوسرا ہوگا۔''[1]

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کو تو روک دیا تھا اور ہاتھی والے کعبہ کو منہدم نہیں کر سکے تھے، حالانکہ اس وقت کعبہ قبلہ بھی نہیں تھا۔ اب جب کہ وہ مسلمانوں کا قبلہ بن چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کیسے حبشیوں کو اس پر مسلط ہونے دیں گے؟'' کیونکہ یہ آخری زمانے یعنی قرب قیامت کی بات ہوگی جبکہ روئے زمین پر اللہ کا نام لیوا کوئی نہ ہوگا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ))

''قیامت اس وقت قائم ہوگی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہ ہوگا۔''[2]

اور یہی مطلب ہے دوسری حدیث کے ان الفاظ کا:

((لَا يُعْمَرُ بَعْدَهُ أَبَدًا))

''پھر اس کے بعد کبھی آباد نہ ہوگا۔ (یعنی پھر قیامت آ جائے گی)''

---

① فتح الباری، کتاب الحج، باب هدم الكعبة.

② صحیح مسلم، حدیث: ۱٤۸.

کعبہ کی پاسبانی

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قریش سے خطاب فرمایا: ''اس بیت اللہ کے نگران تم سے پہلے ''بَنُو طَسْم'' تھے۔ وہ اس کا حق ادا نہ کر سکے بلکہ اس کی بے حرمتی کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر ''بَنُو جُرھُم'' اس کے پاسبان بنے۔ انھوں نے بھی اس کا حق ادا نہ کیا بلکہ اس کی بے حرمتی کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ہلاک کر دیا تو تم اس کی توہین نہ کرنا بلکہ اس کی حرمت کی تعظیم بجالانا۔''①

مؤرخین کہتے ہیں کہ جب بنو جرہم نے کعبہ کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں منتشر کر دیا پھر بَنُو خُزَاعہ اس کے پاسبان بنے۔ ان کے بعد قُصَیّ بِنْ کِلَاب پاسبان بنا۔ کعبہ کی پاسبانی کے ساتھ ساتھ اس نے مکہ کی حکومت بھی سنبھال لی، پھر اس نے اپنے بیٹے عبدالدّار کو کعبہ کی پاسبانی' دارالندوہ اور جھنڈا سپرد کیا۔② اور عبد مناف کو حاجیوں کو پانی پلانے اور انہیں کھانا کھلانے کے شعبے دیے۔ پھر عبدالدار نے اپنے بیٹے عثمان کو کعبہ کی پاسبانی سونپ دی اور پھر نسل در نسل یہ عہدہ اسی کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا حتّٰی کہ عثمان بن طلحہ پاسبان بنے۔ وہ کہتے ہیں:

''ہم سوموار اور جمعرات کو کعبہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے لگے تو میں نے آپ کو برا

---

① دلائل النبوة، بيهقي: ٤٩/٢، ٥٠، مصنف عبدالرزاق، حديث: ٩١٠٧.

② ''ندوہ'' کا معنی ''مجلس'' ہے اور دارالندوہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہاں مشوروں اور فیصلوں کے لیے مجلس قائم ہوتی تھی۔

بھلا کہا۔ آپ نے درگزر فرمایا، پھر فرمایا: ''عثمان! ایک دن تم دیکھو گے کہ یہ چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی، میں جسے چاہوں گا عطا کر دوں گا۔''

میں نے کہا: ''اس دن تو قریش ہلاک اور ذلیل ہو چکے ہونگے۔''

فرمایا: ''نہیں! بلکہ معزز ہوں گے۔''

اتنا کہہ کر آپ تو کعبہ میں داخل ہو گئے لیکن آپ کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ میں نے اسلام لانے کا ارادہ کیا مگر میری قوم مجھے سختی سے روکنے لگی۔ پھر جب صلح حدیبیہ سے اگلے سال آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل کی دنیا بدل دی اور اسلام دل میں گھر کر گیا لیکن مجھے اتنی ہمت نہ ہوئی کہ میں آپ کے سامنے اظہار کر سکوں حتّٰی کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ آخر میں نے مدینہ جانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور رات کو مکہ مکرمہ سے نکلا تو مجھے خالد بن ولید مل گئے، ہم دونوں چل پڑے۔ کچھ فاصلے پر عمرو بن عاص ملے۔ ہم اکٹھے چلتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر لی اور آپ کے پاس ہی رہنے لگا۔ حتّٰی کہ غزوۂ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ میں بھی تھا۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''عثمان! چابی لاؤ۔''

میں لے آیا۔ آپ نے چابی مجھ سے لے لی پھر مجھے واپس کر دی اور فرمایا: ''بنو طلحہ! یہ چابی لے لو۔ قدیم عرصہ سے تمہارے پاس ہے۔ آئندہ بھی ہمیشہ کے لیے تمہارے ہی پاس رہے گی۔ جو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے چابی مانگی۔ انھوں نے آپ کو دینے کا ارادہ کیا تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میرے

ماں باپ آپ پر قربان! حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کے ساتھ ساتھ چابی بھی مجھے دے دیجیے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس ڈر سے ہاتھ پیچھے کر لیا کہ آپ تو عباس رضی اللہ عنہ ہی کو دیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چابی لاؤ!'' تو عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی بات دہرائی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((أَرِنِي الْمِفْتَاحَ إِنْ كُنْتَ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ))

''اگر تو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو چابی مجھے دے دے۔''

وہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! یہ حاضر ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ آپ نے چابی پکڑ لی، بیت اللہ کا دروازہ کھولا تو سیدنا جبریل علیہ السلام یہ وحی لے کر اترے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰٓى أَهْلِهَا ﴾

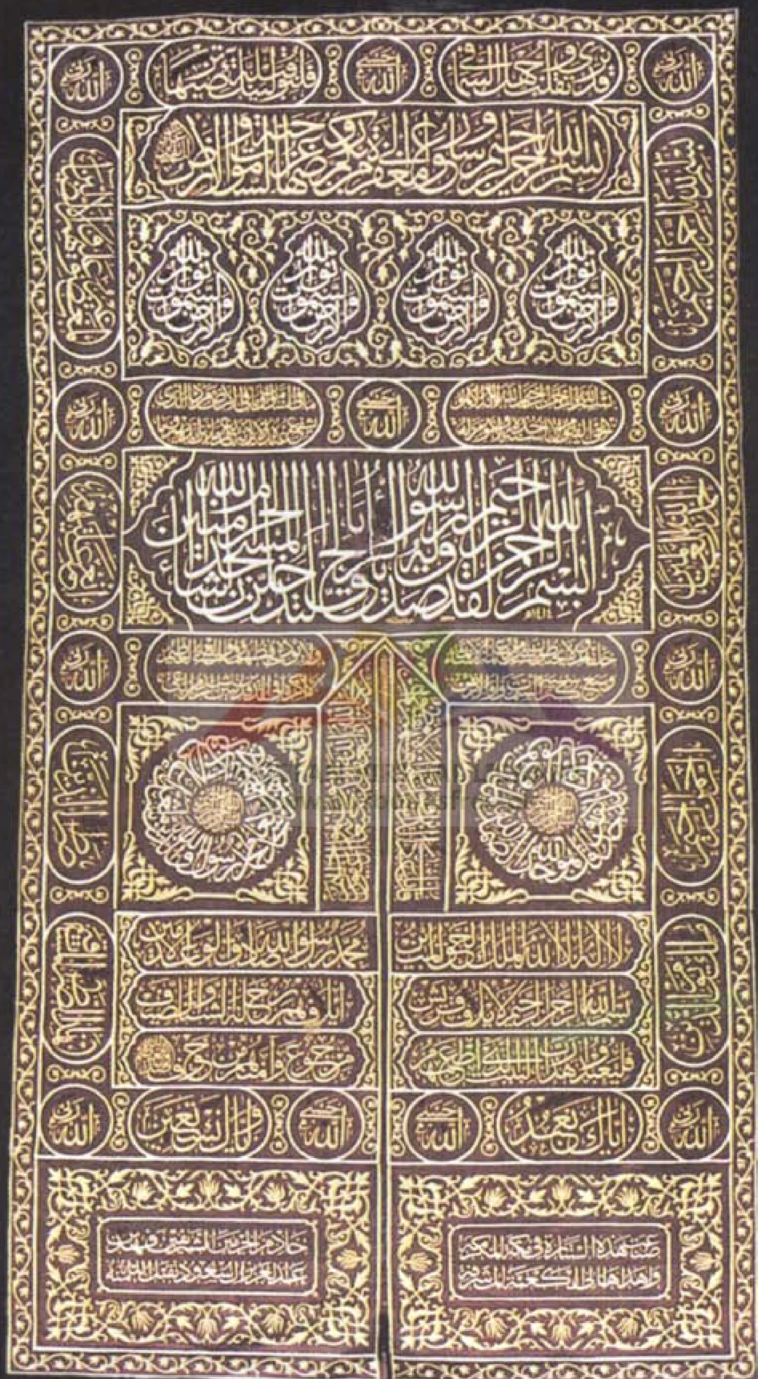
''اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں ان کے مالکوں کے سپرد کرو۔'' ①

آپ نے چابی عثمان رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ پھر وہی بیت اللہ کھولتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے چچا کے بیٹے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ کو دے دی۔ اس وقت سے پاسبانی کا منصب شیبہ کی اولاد ہی میں جاری ہے۔ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ)'' ②

---

① سورة النساء:٥٨

② مثير الغرام الساكن، باب سدانة الكعبة.



غلاف کعبہ

غلاف کعبہ کی تاریخ خود کعبہ کی تاریخ سے الگ نہیں۔ غلاف کعبہ کا اس قدر اہتمام مسلمانوں کے نزدیک کعبہ کی تعظیم و تقدیس اور بلند مقام و مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔

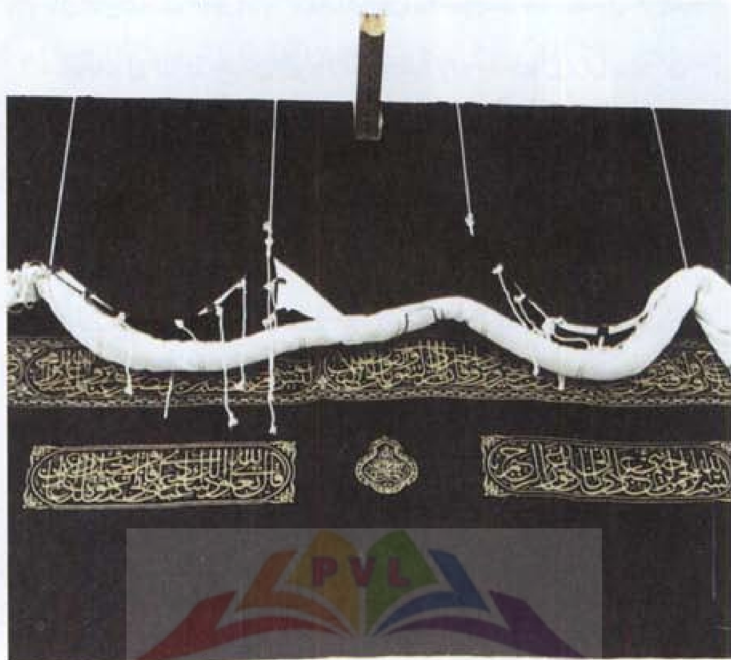
قبل از اِسلام غلاف کعبہ

امام محمد بن اسحاق نے فرمایا:

''مجھے بہت سے اہل علم سے یہ بات پہنچی ہے کہ سب سے پہلے جس نے کعبہ کو مکمل غلاف چڑھایا وہ تُبّع اَسعَد الحِمیَرِی تھے۔ ان کو خواب میں نظر آیا کہ میں کعبہ کو غلاف چڑھا رہا ہوں، لہٰذا انھوں نے چمڑے کا غلاف چڑھایا، پھر انھیں خواب میں دکھائی دیا کہ اور غلاف چڑھائیں تو انھوں نے یمن کے بنے ہوئے سرخ دھاری دار کپڑے کا غلاف چڑھایا۔[1] تُبّع کے بعد دور جاہلیت میں بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے وقت میں غلاف چڑھائے، کیونکہ اسے دینی فریضہ خیال کیا جاتا تھا۔ البتہ یہ قید نہ تھی کہ کب چڑھایا جائے اور کیسا چڑھایا جائے۔ کعبہ کو مختلف قسم کے کپڑوں کے غلاف چڑھائے جاتے رہے۔ مثلاً: چمڑے کا غلاف، مَعَافِر (یعنی یمن کے علاقے ھمدان کی بستیوں میں تیار شدہ کپڑے) کا غلاف، اسی طرح یمن سے بنے

---

① تاریخ مکہ، ازرقی.





ہوئے سرخ دھاری دار کپڑے کا غلاف، ہلکے اور باریک قسم کے کپڑے کا غلاف اور یمن کے کامدار کڑھے ہوئے کپڑے کا غلاف وغیرہ۔ غلاف اوپر تلے کعبہ پر ڈال دیے جاتے تھے۔ جب زیادہ بوجھل ہو جاتے یا کوئی غلاف زیادہ پرانا ہو جاتا تو اسے تبرکاً تقسیم کر دیا جاتا یا دفن کر دیا جاتا۔ دور جاہلیت میں قریش باہمی تعاون سے غلاف تیار کرتے تھے۔ ہر قبیلے پر اس کی

مالی حیثیت کے مطابق رقم مقرر کر دی جاتی۔ قُصَیّ کے دور سے یہی طریقہ کار رہا۔ حتّٰی کہ ابو ربیعہ بن مُغیرہ مخزومی کا دور آیا وہ تجارت کی غرض سے یمن آیا جایا کرتا تھا' وہ بہت مالدار تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ ایک سال میں اکیلا غلاف چڑھایا کروں گا اور ایک سال سب قریش مل کر۔ وہ اپنی وفات تک اس پر کاربند رہا، وہ یمن کے شہر جَنَد سے بہترین دھاری دار کپڑے لاتا اور غلاف تیار کرتا۔ قریش نے اسے ''عدل'' کا خطاب دیا، کیونکہ اس اکیلے نے تمام قریش کے برابر کام کیا۔ اس کی اولاد کو ''بنو عدل'' کہا جاتا ہے۔ (عربی زبان میں عدل برابری کو کہتے ہیں) سب سے پہلی عربی عورت جس نے کعبہ کو ریشم کا غلاف چڑھایا وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نُتَیلَہ بِنتِ جناب تھیں۔''



اسلام کے دور میں غلاف کعبہ

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح مکہ سے قبل کعبہ پر غلاف نہیں چڑھایا کیونکہ کفار اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد بھی آپ نے غلاف تبدیل نہ فرمایا حتی کہ خوشبو مہکانے والی ایک عورت کے ہاتھوں غلاف کو آگ لگ گئی اور وہ جل گیا۔ پھر آپ نے یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ پھر سیدنا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم نے قباطی کپڑے سے غلاف چڑھائے۔[1] امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سال میں دو دفعہ غلاف چڑھاتے تھے۔ عاشوراء کے دن ریشم کا اور رمضان المبارک کے آخر میں قباطی کپڑے کا۔ پھر یزید بن معاویہ، سیدنا عبداللہ بن زبیر اور عبدالملک بن مروان نے اپنے اپنے دور میں ریشمی غلاف چڑھائے۔ کعبہ کو ہر

---

① قُبَاطِی کا واحد قُبطِیّۃ ہے' یہ مصر کا ایک مشہور کپڑا ہے جو بہت باریک ہوتا تھا۔

سال دو غلاف پہنائے جاتے تھے۔ ایک ریشمی دوسرا قباطی۔ ریشمی غلاف کا اوپر والا حصہ (قمیص) 8 ذوالحجہ کو پہنایا جاتا اور نچلا حصہ (اِزار) عاشوراء کے دن پہنایا جاتا، جب حجاج کرام واپس چلے جاتے تاکہ ان کے ہاتھ وغیرہ لگنے سے پھٹ نہ جائے۔ یہ ریشمی غلاف 27 رمضان المبارک تک رہتا۔ پھر قُباطی غلاف پہنا دیا جاتا۔ مامون کے عہد میں تین غلاف پہنائے جاتے تھے۔ 8 ذوالحجہ کو سرخ ریشمی غلاف' یکم رجب کو قُباطی اور 27 رمضان المبارک کو سفید ریشمی۔ اس کے بعد ناصر عباسی نے پہلے سبز رنگ کا پھر سیاہ رنگ کا غلاف پہنانا شروع کیا۔ اس وقت سے آج تک سیاہ رنگ کا غلاف ہی پہنایا جارہا ہے۔

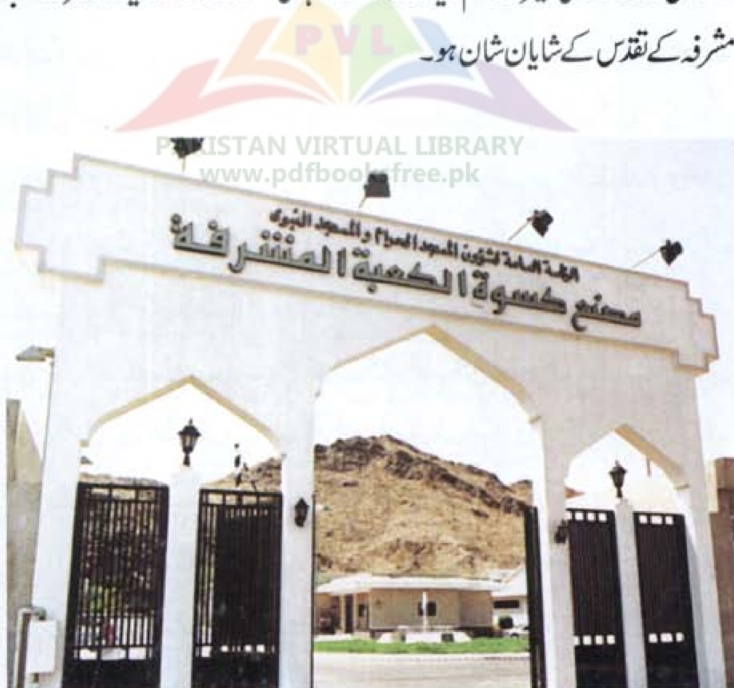
عباسی خلافت ختم ہونے کے بعد سب سے پہلے 659ھ میں جس یمنی بادشاہ نے غلاف کعبہ پہنانے کی سعادت حاصل کی وہ ملک مظفر تھا۔ اس کے بعد وہ شاہان مصر کے ساتھ مل کر باری باری غلاف پوشی کرتا رہا اور سب سے پہلے 661ھ میں جس مصری حاکم نے عباسیوں کے بعد غلاف پوشی کی کوشش کی وہ ملک ظاہر بیبرس البُندُ قداری تھا۔

751ھ میں مصر کے بادشاہ اسماعیل بن ناصر محمد بن قلاوون نے کعبہ کے غلاف کے لیے ایک مخصوص وقف قائم کردیا۔ وہ ہر سال ایک دفعہ سیاہ غلاف کعبہ کے لیے اور پانچ سال بعد روضہ نبویہ کے لیے سبز غلاف بھیجتا تھا۔ لیکن خَدیوی محمد علی نے تیرھویں صدی ہجری کے اوائل میں یہ وقف ختم کردیا اور غلاف سرکاری خرچ پر تیار ہونے لگا۔ ترکی کے عثمانی خلفاء نے کعبہ کا اندرونی غلاف اپنے ذمہ مخصوص کرلیا۔

810ھ میں کعبہ کے دروازے کے لیے ایک الگ منقش پردہ تیار کیا گیا جسے غلاف کا برقع کہا جاتا تھا۔ یہ 816ھ سے 818ھ تک موقوف رہا مگر 819ھ میں پھر شروع کردیا گیا اور اب تک یہ پردہ بھی غلاف کے ساتھ ہی تیار کیا جاتا ہے۔

غلاف کعبہ، سعودی دور میں

ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین شریفین کی خدمت کی طرف بہت توجہ دی۔ اس توجہ کے نتیجے میں شاہ سعود بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے غلاف کعبہ تیار کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں ایک الگ کارخانہ لگانے کا حکم دیا اور اس میں غلاف کی تیاری کے سلسلہ میں تمام سہولتیں مہیا فرمائیں۔ 1382ھ میں شاہ فیصل رحمۃ اللہ علیہ نے اس کارخانے کی تعمیر نو کا حکم دیا تاکہ غلاف انتہائی مضبوط اور عمدہ تیار ہو نیز وہ کعبہ مشرفہ کے تقدس کے شایان شان ہو۔



1397ھ میں مکہ مکرمہ کے مقام "اُمُّ الجود" میں اس کارخانے کی نئی عمارت کا افتتاح ہوا۔ اس میں غلاف کی تیاری کے لیے جدید آلات لگائے گئے۔ اور غلاف مشینی آلات سے بنایا گیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ دستی کشیدہ کاری کا انداز بھی قائم رکھا گیا کیونکہ فنی لحاظ سے دستی کشیدہ کاری کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ یہ کارخانہ مسلسل ترقی کی منازل طے کر رہا ہے اور دستی کشیدہ کاری کی روایت کو قائم رکھے ہوئے ہے تاکہ غلاف کعبہ انتہائی دلکش صورت میں تیار ہوتا رہے۔ ①



① یہ معلومات، کتاب "مصنع كسوة الكعبة المشرفة" سے اخذ کی گئی ہیں۔

مقام ابراہیم اور اس کی فضیلت

مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کے وقت کھڑے ہوتے تھے۔ چونکہ ان کا یہ کام اللہ تعالیٰ کو انتہائی پسند آیا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے پاؤں کے نشانات پتھر پر قائم کر دیے تا کہ یہ ان کی مومن نسل اور دوسروں کے لیے یادگار رہیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

''مقام ابراہیم پتھر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نرم فرما دیا تھا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوتے اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام آپ کو پتھر پکڑاتے تھے۔'' ①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے تین باتوں میں رب تعالیٰ کی وحی کے مطابق تجویز پیش کی، میں نے گزارش کی: ''اللہ کے رسول! کیا ہی اچھا ہوتا اگر ہم مقام ابراہیم کے پاس (طواف کے بعد) نماز پڑھا کریں۔'' تو یہ آیت اتری:

﴿ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾

''تم مقام ابراہیم کو (مستقل) جائے نماز بنالو۔'' ②

امام طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ سے نقل فرمایا ہے:

''مسلمانوں کو مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، چھونے کا

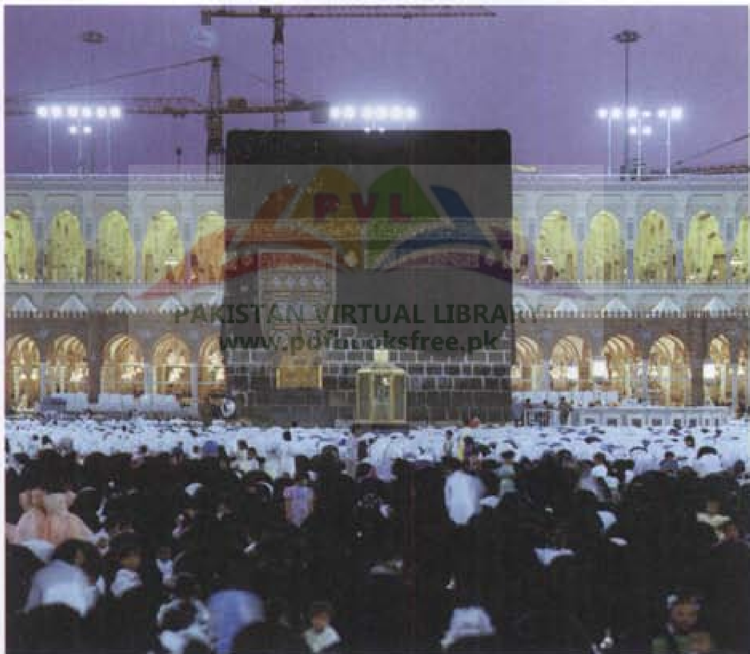
① مثیر الغرام' ص:۳۱۲. ② صحیح بخاری' حدیث:۴۰۲.



حکم نہیں دیا گیا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی ایڑی اور انگلیوں کے نشانات اس پتھر پر دیکھے۔ مگر لوگوں کے ہاتھ ملنے کی وجہ سے وہ نشانات ختم ہو گئے اور مٹ گئے۔"

مقام ابراہیم، بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ ہی قائم تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے وہاں سے ہٹا کر اس جگہ میں رکھ دیا جہاں وہ آج کل ہے۔ امام عبدالرزاق نے یہ بات اپنی مصنف میں صحیح سند کے ساتھ عطاء، مجاہد اور دوسرے تابعین کے حوالے سے بیان فرمائی ہے۔ امام بیہقی نے بھی قوی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی بات نقل فرمائی ہے کہ "مقام ابراہیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت اللہ سے بالکل متصل تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پیچھے ہٹا دیا۔"

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین نے عمر رضی اللہ عنہ کے اس کام پر تنقید نہیں کی، لہٰذا یہ اجماعی بات بن گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اس جگہ رُکے رہنے سے یہ طواف کرنے والوں اور نمازیوں کے لیے رکاوٹ بنتا ہے اس لیے انھوں نے اسے ایسی جگہ رکھوا دیا جہاں کسی کو تنگی نہ رہے اور ان کے لیے یہ کام جائز بھی تھا کیونکہ انھی نے تو اس کے پاس نماز پڑھنے کا مشورہ دیا تھا۔ ①



① فتح الباری شرح حدیث:٤٤٨٣.

حِجرُ (حطِیم)

بہت سی احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حجر (حطیم) بیت اللہ کا حصہ ہے اور یہ طواف کے اس حکم کے تحت داخل ہے:

﴿ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾

''اور لوگوں کو چاہیے کہ اس قدیم گھر کا طواف کریں۔''①

لہٰذا اس کا طواف بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو طواف میں شامل نہ کرے تو اس کا طواف صحیح نہیں ہوگا۔ **حِجر** وہ جگہ ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ **ھاجر** علیہا السلام اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑتے وقت ٹھہرایا تھا اور **ھاجر** علیہا السلام سے کہا تھا کہ یہاں ایک چھپر سا بنالے۔ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو تعمیر کے لیے مختص رقم کم پڑنے کی وجہ سے انھوں نے کعبہ کا کچھ حصہ حجر میں داخل کر دیا۔ پھر جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ مکرمہ میں اقتدار حاصل کیا اور کعبہ کی تعمیر نو کی تو انھوں نے اس حصے کو دوبارہ کعبہ میں داخل کر دیا۔ لیکن ابن زبیر کی شہادت کے بعد حجاج نے پھر وہ حصہ حجر میں داخل کر دیا اور قریشی بنیاد ہی پر دیوار تعمیر کر دی اور اب تک کعبہ اسی طرح ہے۔ لہٰذا حجر کا کچھ حصہ تو بیت اللہ کا حصہ ہے اور کچھ حصہ بیت اللہ کا جزو نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس کی واضح دلیل ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''اگر تیری قوم کے لوگ ابھی نئے نئے اسلام نہ لائے ہوتے تو میں کعبہ کو گرا

---

① سورة الحج:٢٩.



کر اس کا دروازہ زمین کے برابر بنا دیتا اور دروازے بھی دو بناتا ایک مشرقی اور دوسرا مغربی جانب۔ اور حجر سے چھ ہاتھ جگہ کعبہ میں داخل کر دیتا کیونکہ قریش نے تعمیر کعبہ کے وقت اتنی جگہ نکال دی تھی۔''①

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنے ہیں (اور ظاہر ہے ان کے سماع میں کوئی شک نہیں) تو میرا خیال ہے اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر کی جانب والے کعبہ کے دو کونوں کو (دوران طواف) ہاتھ نہیں لگایا کہ وہ صحیح بنیادِ ابراہیم پر تعمیر نہیں ہوئے۔''②

تنبیہ: بہت سے علماء نے بیان فرمایا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ محترمہ کی قبر کے پاس

① مسند احمد:۱۷۹/۶.   ② صحیح بخاری، حدیث:۱۵۸۳.

حجر ہی میں مدفون ہیں۔ لیکن اس کے بارے میں منقول احادیث سب کی سب ضعیف ہیں، ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ نیز قریش کی تعمیر کعبہ کے وقت بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ ان میں سے کسی نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ کعبہ کی بنیاد کھودتے وقت کسی قبر کے آثار نظر آئے تھے، اگر ایسا ہوتا تو ہمیں وہاں چلنے پھرنے کی اجازت نہ ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چلنے اور بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

بہت سی احادیث میں مذکور ہے کہ جو شخص حجر میں داخل ہوا یوں سمجھو وہ بیت اللہ میں داخل ہوا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میری خواہش تھی کہ میں بیت اللہ میں داخل ہو کر نماز پڑھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حجر میں داخل فرما دیا اور فرمایا:

''بیت اللہ میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو یہیں نماز پڑھ لو کیونکہ یہ بھی تو بیت اللہ کا حصہ ہے، لیکن تیری قوم (قریش) نے تعمیر کے وقت عمارت چھوٹی کر دی تھی۔''[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت میں ہے کہ میں نے گزارش کی: اللہ کے رسول! میں بھی کعبہ میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُدْخُلِي الْحِجْرَ فَإِنَّهُ مِنَ الْبَيْتِ))

''حجر میں داخل ہو جاؤ، یہ بیت اللہ ہی کا حصہ ہے۔''[2]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح قول مروی ہے، انھوں نے فرمایا: نیک لوگوں کی نماز والی جگہ میں نماز پڑھو اور نیک لوگوں کا مشروب پیو۔

ان سے پوچھا گیا: نیک لوگوں کی نماز کی جگہ سے کیا مراد ہے؟

فرمایا: کعبہ کے پرنالے کے نیچے۔

---

① سنن نسائی' حدیث: ۲۹۱۵. ② سنن نسائی' حدیث: ۲۹۱۴.

پوچھا گیا: نیکوں کا مشروب کیا ہے؟
فرمایا: ’زمزم کا پانی۔ [1]

تو مذکورہ دلائل، حجر میں نماز ادا کرنے کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں، البتہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی یہ روایت، کہ ’’جو شخص میزاب کعبہ کے نیچے دعا کرے گا، ضرور قبول ہوگی اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہوجائے گا جیسے اسے ابھی ماں نے جنا ہو۔‘‘[2] ضعیف ہے، قابل استدلال نہیں کیونکہ ایسی بات امور غیبیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ایسے امور میں نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی کا حوالہ ضروری ہے جبکہ ایسی کوئی سند ذکر نہیں کی گئی۔



① اخبار مکہ، علامہ ازرقی: ۱/ ۳۳۲.
② مثیر الغرام' ابن جوزی، ص: ۲۶۹ امام ابن جوزی نے اس کی نسبت علامہ ازرقی کی طرف کی ہے اور بتایا ہے کہ اس میں عثمان بن ساج پر کلام ہے۔

حجر اسود کی فضیلت

بہت سی احادیث سے حجر اسود کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ نیز اس بات کی طرف بھی رغبت دلائی گئی ہے کہ دوران طواف اسے بوسہ دیا جائے یا ہاتھ لگایا جائے۔ حجر اسود کی فضیلت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا دست مبارک اور مبارک ہونٹ اس پر لگے ہیں۔ صحیحین میں مذکور ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

"مجھے یقین ہے کہ تو ایک پتھر ہے جو نقصان دے سکتا ہے نہ نفع۔ اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔"[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ))

"حجر اسود جنت سے جب نازل ہوا تھا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن بنی آدم کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا۔"[2]

---

[1] صحیح بخاری، حدیث:۱۵۹۷، صحیح مسلم، حدیث: ۱۲۷۰۔

[2] جامع ترمذی، حدیث:۸۷۷۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهِ يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهُ بِحَقٍّ))



"اللہ کی قسم ! اللہ قیامت کے دن حجر اسود کو اس حال میں لائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہو گی جس سے باتیں کرے گا۔ جس شخص نے دنیا میں اسے ایمان کی حالت میں بوسہ دیا ہو گا یا ہاتھ لگایا ہو گا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔"[1]

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ فرمایا: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

((إِنَّ الْحَجَرَ وَالْمَقَامَ يَاقُوتَتَانِ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُورَهُمَا لَوْلَا ذٰلِكَ لَأَضَاءَتَا مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ))

"حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے دو چمکدار پتھر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا نور ختم کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کا نور ختم نہ فرماتا تو یہ زمین و آسمان کے

---

(1) جامع ترمذی، حدیث: ۹٦۱.

درمیان یا مشرق ومغرب کے درمیان پوری دنیا کو روشن کر دیتے۔''[1]

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنالیا مگر ایک پتھر کی جگہ باقی تھی۔ اسماعیل علیہ السلام کوئی پتھر تلاش کرنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ''جیسا پتھر میں تجھے بتاتا ہوں اس قسم کا پتھر لانا۔''

اسماعیل علیہ السلام پتھر تلاش کرنے چلے گئے۔ جب لے کر آئے تو دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ ایک پتھر نصب کر دیا ہے۔ پوچھا: ''ابا جان! یہ پتھر کون لایا؟'' فرمایا: ''یہ پتھر وہ شخص لایا جو تیری تعمیر کا محتاج نہیں، اسے جبریل علیہ السلام آسمان سے لے کر آئے ہیں۔''[2]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حجر اسود کو چھوا پھر اپنے ہاتھ کو بوسہ دیا اور فرمایا:

مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَفْعَلُهُ

''جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو اِسے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے، اس وقت سے میں نے اِسے بوسہ دینا نہیں چھوڑا۔''[3]

① مسند احمد: ۲/۲۱۴، صحیح ابن خزیمة، حدیث: ۲۷۳۱.

② ایک طویل حدیث کا حصہ ہے لیکن اس کا حکم مرفوع حدیث کا ہوگا باوجودیکہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ثابت ہے۔ ملاحظہ کیجیے: تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۵۸ اور تفسیر طبری، سورة بقرہ: ۱۲۷.

③ صحیح مسلم، حدیث: ۱۲۶۸.

زمزم کا کنواں

چاہِ زمزم کی کھدائی اور چشمہ پھوٹ پڑنے کا قصہ مشہور ہے۔

ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند ارجمند اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر یہاں آئے۔ ابھی اسماعیل علیہ السلام شیر خوار تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے زمزم کی جگہ سے کچھ اوپر ایک درخت کے نیچے انھیں ٹھہرایا۔ اس وقت مکہ میں کھیتی تھی نہ پانی۔ انھوں نے ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھا اور واپس چل پڑے۔ اسماعیل کی ماں ان کے پیچھے بھاگی اور پکار کر کہا: ''ہمیں اس بے آباد وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟''

انھوں نے کئی دفعہ یہ الفاظ پکارے مگر ابراہیم علیہ السلام نے توجہ نہ کی۔ آخر وہ کہنے لگیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟''

فرمایا: ''ہاں!''

وہ فرمانے لگیں: ''پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کریں گے۔''

یہ کہہ کر واپس درخت کے نیچے چلی گئیں۔ ابراہیم چلتے گئے حتّٰی کہ جب گھاٹی میں پہنچے جہاں سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے، تو انھوں نے بیت اللہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعائیں کیں، جن کا ذکر ان آیات میں ہے:

﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾



"اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے اللہ! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں، پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تا کہ یہ شکر گزاری کریں۔"[1]

اسماعیل علیہ السلام کی ماں سکون کے ساتھ انہیں دودھ پلاتی رہیں اور خود پانی پیتی رہیں حتیٰ کہ پانی ختم ہو گیا اور بچہ پیاس سے بلکنے لگا۔ وہ بے بسی سے اسے بلکتا دیکھتی رہیں آخر دیکھا نہ گیا تو اٹھ بھاگیں۔ قریب ترین پہاڑی صفا تھی اس پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھا شاید کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی نظر نہ آیا تو نیچے اتریں۔ ہموار زمین

① سورة ابراهيم:۳۷.

تک پہنچیں تو قمیص کا کنارہ ہاتھ میں پکڑ کر ایک مصیبت زدہ انسان کی طرح بھاگتی ہوئی مَروہ کی طرف آئیں۔ اس پر چڑھ کر بھی اِدھر اُدھر دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ سات دفعہ ایسے ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سعی کا رواج اسی لیے پڑا۔''

جب وہ آخری دفعہ مَروہ پر چڑھیں تو انھیں ایک آواز سنائی دی۔ اپنے آپ سے کہنے لگیں: ''چپ۔''

پھر غور سے کان لگایا تو دوبارہ وہی آواز سنائی دی۔ فرمانے لگیں: ''میں نے تیری آواز سن لی ہے، اگر کچھ مدد کر سکتا ہے تو کر۔''

اچانک نظر اٹھی تو دیکھا کہ ایک فرشتہ زمزم والی جگہ کے پاس کھڑا ہے۔ فرشتے نے زمین پر اپنی ایڑی یا پر مارا اور پانی نکال دیا۔ وہ بھاگی بھاگی آئیں اور اپنے ہاتھوں سے اس جگہ کے گرد حوض سا بنانے لگیں۔ اور چلّو بھر بھر کر مشکیزہ بھرنے لگیں۔ ابھی تک پانی جوش سے اُبل رہا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ: لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا))

''اگر وہ زمزم کے پانی کو اسی طرح رہنے دیتیں اور چلو بھر کر مشکیزے میں نہ ڈالتیں تو زمزم (ایک کنویں کی بجائے) جاری چشمہ بن جاتا۔''

خیر! انھوں نے پانی پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔ وہ فرشتہ کہنے لگا: ''یہ نہ سمجھنا تم ضائع ہو جاؤ گے۔ یہ سامنے اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ (از سرِ نو) بنائیں گے۔ اللہ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتا۔''[1]

زمزم کے نشانات کا مٹنا: عرصہ دراز کے بعد اور طویل سلسلۂ شب و روز کے گزرنے سے زمزم ناپید ہو گیا اور اس کے نشانات مٹ گئے۔

[1] صحيح بخاري، حديث: ٣٣٦٤.



علامہ یاقوت حموی اپنی کتاب ''معجم البلدان'' میں لکھتے ہیں: ''زمزم کے اجراء پر لمبا زمانہ گزر گیا حتّٰی کہ سیلابوں اور بارشوں نے اس کے نشانات تک مٹا ڈالے۔ صحیح بات یہ ہے کہ بنوجُرہُم جب مکہ چھوڑ کر چلے گئے تو انھوں نے خود ہی اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا تھا۔''

چاہِ زمزم کی کھدائی: عرصہ دراز تک زمزم ناپید رہا کسی کو اس کی جگہ تک کا پتہ نہ رہا۔ حتّٰی کہ سردار عبدالمطلب کو حاجیوں کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے عہدے ملے تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا ہے: ''طیبہ کھودو''

پوچھنے لگے: ''طیبہ کیا ہے؟''

اگلے دن پھر خواب میں دیکھا کہ کہا گیا: ''بَرّہ ① کھودو''

پوچھا: ''بَرّہ کیا ہے؟''

تیسرے دن پھر خواب میں دیکھا کہ کہا گیا: ''مَضنونہ ② کھودو''

---

① اس کا مطلب ہے بہت زیادہ نفع بخش۔ ② اس کا معنی ہے بخل سے کام لینا' کیونکہ بے ایمان لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچانے میں بخل ہی سے کام لیا گیا ہے۔

پوچھا: ”مَضنُونہ کیا ہے؟“

تو کہا گیا: ”زمزم کھودو“

پوچھا: ”زمزم کیا ہے؟“

کہا گیا: ”کھودو اس سے تجھے اور تیری اولاد کو عزت حاصل ہوگی۔ وہ کبھی سوکھے گا نہ اس کا پانی کم ہوگا (یعنی قیامت تک جاری رہے گا)۔ وہ حاجیوں کو پلایا جائے گا۔ وہ خون اور گوبر کے درمیان ہے جہاں سفید کوا (جس کے پروں میں کچھ سفیدی ہوتی ہے۔) چونچ مارتا ہے، یہ کوا عموماً ذبح والی جگہ پر گوبر اور خون کے پاس ہی رہتا ہے۔ (یہ اشارہ تھا کہ جہاں جانور ذبح ہوتے ہیں وہاں کھودو)“

سردار عبدالمطلب صبح اٹھے تو اپنے بیٹے حارث کے ساتھ کدال اور کسّی لے کر وہاں پہنچ گئے۔ ان دنوں حارث کے علاوہ ان کا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ تین دن کھودتے رہے آخر کنویں کے آثار نظر آئے۔ خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: ”یہ ہے اسماعیل کا کنواں۔“

قریش کہنے لگے: ”ہمیں بھی اس سعادت میں شریک کرو۔“

فرمایا: ”میں نہیں کروں گا، یہ میری خصوصی فضیلت ہے۔ جسے چاہو فیصل مان لو، اس سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔“

انھوں نے بنی سعد کی کاہنہ کا نام لیا۔ پھر سب اس کی طرف چل پڑے، راستے میں اتنی پیاس لگی کہ قریب المرگ ہوگئے۔

سردار عبدالمطلب کہنے لگے: ”اس طرح چپ چاپ بیٹھ رہنا تو نکما پن ہے، کیوں نہ اِدھر اُدھر تلاش کریں۔ اللہ تعالیٰ ضرور ہمیں پانی مہیا فرمائے گا۔“

وہ چلے، سردار عبدالمطلب بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب اونٹنی اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ سردار عبدالمطلب اور دوسرے

ساتھیوں نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر وہ سردار عبدالمطلب سے کہنے لگے:

''اللہ تعالیٰ نے (یہ چشمہ جاری کر کے) آپ کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے، اللہ کی قسم! ہم آپ سے اس معاملہ میں کبھی جھگڑا نہیں کریں گے۔''

پھر وہ واپس آ گئے اور زمزم کھودنے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔ ①

زمزم کے مختلف نام: زمزم کے بہت سے نام ہیں۔ نام زیادہ ہونا بھی عظمت کی دلیل ہوتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ عربوں کے نزدیک ''زَمزَمَہ'' کثرت اور اجتماع کو کہتے ہیں چونکہ یہ پانی بہت زیادہ تھا اس لیے اس کا نام زمزم رکھا گیا۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ چونکہ سیدہ ہاجَر نے اس چشمے کے اردگرد ایک منڈیر سی بنا دی تھی تاکہ پانی اِدھر اُدھر نہ پھیلے، اگر وہ ایسا نہ کرتیں تو پانی زمین پر پھیل جاتا اور ہر چیز کو بھر دیتا تو اس منڈیر کی وجہ سے اسے ''زَمزَم'' کہا گیا۔ زمزم کے علاوہ اس کے چند نام یہ ہیں: شَبَّاعَه، بَرَّه، طَيِّبَه، بُشرٰی، عَونَه، صَافِيَه، شَرَابُ الْاَبرَار، مَضنُونَه۔ ان کے علاوہ بھی کئی نام ہیں۔

زمزم کے پانی کی فضیلت: بہت سی احادیث و آثار میں اس کی فضیلت مذکور ہے۔ یہ بات بھی اس کی افضلیت ثابت کرتی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شق صدر کے موقع پر آپ کے دل مبارک کو زمزم کے پانی سے دھویا تھا۔ اگر کوئی اور پانی اس سے افضل ہوتا تو ''قلب مصطفوی'' اس سے دھویا جاتا۔

ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں مکہ مکرمہ میں سویا پڑا تھا کہ میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی اور

---

① دیکھیے: مثیر الغرام ص: ۳۱۹-۳۲۱ اور مغازی ابن اسحاق: ۱/۲۴۔ اور ابن اسحاق ہی کی سند سے علامہ ازرقی نے اخبار مكة: ۲/۴۶ میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوة: ۱/۹۳، ۹۴ میں اِسے ذکر کیا ہے۔

جبریل علیہ السلام اترے۔ انھوں نے میرا سینہ کھولا پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر سونے کا ایک تھال لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ انھوں نے ان (دونوں چیزوں) سے میرا سینہ بھر دیا۔ پھر سینہ اسی طرح بند کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمانوں کی طرف لے چڑھے۔'' ①

ایک اور حدیث میں انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے۔ آپ کو پکڑا' زمین پر لٹایا' دل نکالا' اسے چیرا اور اس میں سے ایک ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور فرمایا: ''یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا۔'' پھر زمزم کے پانی سے دھو کر بند کر دیا اور اس کی جگہ میں رکھ دیا۔ بچے بھاگتے ہوئے آپ کی رضاعی والدہ کے پاس گئے اور کہا: ''محمد کو قتل کر دیا گیا۔'' گھر والے بھاگے۔ آپ کو دیکھا تو آپ کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں آپ کے سینہ مبارک میں سلائی کے نشانات دیکھا کرتا تھا۔'' ②

زمزم کے پانی کی فضیلت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روئے زمین پر سب سے افضل پانی زمزم ہے۔ یہ خوراک بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی۔ اور روئے زمین پر بدترین پانی حَضرَ مَوت کے ویران علاقے وادی بَرَھُوت کا پانی ہے اس میں ٹڈی کی ٹانگ کے برابر کیڑے پائے جاتے ہیں۔ یہ پانی صبح کو تو جوش مار رہا ہوتا ہے مگر شام کو نمی تک نہیں ہوتی۔'' ③

① صحیح بخاری' حدیث:۳۳۴۲.

② صحیح مسلم' حدیث:۱۶۲' مسند احمد:۳/۲۸۸.

③ معجم کبیر، طبرانی، حدیث:۱۱۱۶۷' علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد:۳/۲۸۶ میں کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضرت مجاہد نے فرمایا: میں نے کبھی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ایسا کرتے نہیں دیکھا کہ لوگوں کو کھانا تو کھلائیں مگر زمزم نہ پلائیں۔ نیز جب بھی ان کے پاس کوئی مہمان آتا اسے زمزم کا تحفہ ضرور دیتے۔'' ①

فائدہ: زمزم سے وضو کرنا مستحب ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آب زمزم کا ایک ڈول منگوایا۔ اس سے پیا اور (باقی ماندہ سے) وضو کیا۔'' ②

مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے تین چکروں میں حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور دو رکعتیں پڑھیں پھر حجر اسود کی طرف لوٹ آئے پھر زمزم کی طرف گئے اور اس سے پانی پیا اور سر پر بھی ڈالا۔'' ③



① اخبار مکہ، علامہ فاکہی: ۱۱۱۷-۱۱۱۸۔

② ارواء الغلیل: ۱۱۲۴ میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔

③ مسند احمد: ۳/۳۹۴۔ اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

آب زمزم شفا ہے

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آب زمزم میں شفا ہے اور یہ بات ہر دور کے واقعات سے بھی متواتر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آب زمزم کے ذریعہ ایسے مریضوں کو شفا بخشی جو علم طب کی رو سے لاعلاج تھے اور ڈاکٹر حضرات ان کی زندگی سے مایوس تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خَيْرُ مَاءٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ فِيهِ طَعَامٌ مِّنَ الطُّعْمِ وَشِفَاءٌ مِّنَ السُّقْمِ))

"روئے ارض پر بہترین پانی آب زمزم ہے۔ یہ خوراک بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی۔"①

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ))

"آب زمزم جس نیت سے پیا جائے، اس کے لیے کفایت کرتا ہے۔"②

لہٰذا جو شخص شفا کی نیت سے پیے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے شفا عطا فرمائیں گے۔ حضرت ابو جمرہ کہتے ہیں: میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس سائلین کی ترتیب لگایا کرتا تھا۔ میں چند دن نہ گیا۔ تو انھوں نے پوچھا: اتنے دن کیوں نہیں آیا؟ میں نے عرض کی: بخار تھا۔ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

---

① معجم کبیر، طبرانی، حدیث:١١١٦٧. اور دیکھیے سلسلہ صحیحہ(١٠٥٦)

② سنن ابن ماجہ، حدیث:٣٠٦٢.



((اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِمَاءِ زَمْزَمَ))

"بخار جہنم کا جوش ہے، اس لیے اسے زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔"①

حضرت قیس بن کُرکُم نے کہا: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے گزارش کی: "جناب! مجھے زمزم کے بارے میں کچھ بتائیے۔"

انہوں نے فرمایا: "نہ یہ ختم ہو سکتا ہے نہ کم۔ خوراک کی جگہ بھی کفایت کرتا ہے اور بیماری سے بھی شفا دیتا ہے اور ہر معلوم پانی سے بہتر ہے۔"②

زمزم خوراک بھی ہے: حدیث میں ہے:

((مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ))

"آبِ زمزم جس نیت سے پیا جائے اس سے کفایت کرتا ہے۔"③

① مسند احمد: ۱/ ۲۹۱.

② اخبار مکہ، فاکھی: ۱۰۹۸.

③ سنن ابن ماجہ، حدیث: ۳۰۶۲.

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے پورا ایک مہینہ صرف اسی پر گزارا کیا تھا اور ان کے پیٹ میں آب زمزم کے سوا کوئی چیز داخل نہیں ہوئی تھی۔ اس کے باوجود ان کے جگر پر بھوک سے کمزوری ظاہر نہ ہوئی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمایا: جب میں مسلمان ہوا تو میں نے گزارش کی: ''اے اللہ کے رسول! میں تیس دن رات سے یہاں رہ رہا ہوں۔''

آپ نے فرمایا: ''کہاں کھاتا پیتا رہا؟''

میں نے عرض کی: ''اللہ کے رسول! آب زمزم کے سوا کوئی خوراک نہیں تھی۔ پھر بھی میں اتنا موٹا ہوگیا کہ پیٹ پر بل پڑنے لگے اور مجھے ذرہ بھر کمزوری محسوس نہیں ہوئی۔''

آپ نے فرمایا: ''یہ بابرکت پانی ہے خوراک کی جگہ بھی کفایت کرتا ہے۔''[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا زمزم کے بارے میں فرمان ہے: ''ہم آب زمزم کو شَبَّاعَه کہتے تھے یعنی ''سیر کردینے والا''۔ یہ فقر کے خلاف بہترین مددگار ہے۔''[2]

بعض بیماروں کے زمزم سے شفا پانے کے واقعات: ایسے بیسیوں بلکہ سینکڑوں واقعات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آب زمزم سے ایسے مریضوں کو شفا عطا فرمائی جن کے علاج سے ڈاکٹر مایوس ہو چکے تھے۔ یہ مریض موت کی وادی سے عالم عافیت میں پہنچ گئے۔ ہم اپنے دور کے ایک واقعہ کو بطور نمونہ بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ صاحب واقعہ عورت اب بھی ماشاء اللہ صحت مند زندگی گزار رہی ہے۔ اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تصدیق کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بھی کہ ''آب زمزم جس نیت سے پیا جائے کفایت کرتا ہے۔'' اور اس فرمان کی بھی کہ ''آب زمزم خوراک بھی ہے اور شفا بھی۔''

یہ مراکش کی ایک عورت ''لیلیٰ حلو'' کا واقعہ ہے۔ لیلیٰ کو کینسر ہوگیا تھا۔ اس وقت وہ

---

① صحیح مسلم' حدیث: ۲٤۷۳.

② مجمع الزوائد: ۳/۲۸٦' مصنف عبدالرزاق: ٥/١١٧.

اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل تھی بلکہ اپنی صحت اور خوبصورتی پر نازاں تھی۔ جب اسے اپنی بیماری کا پتہ چلا تو وہ بلجیم چلی گئی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ پستان کاٹنا ضروری ہے اور ایسی کیمیائی دوائیں استعمال کرنا پڑیں گی جن سے سر کے بال جھڑ جائیں گے، داڑھی اُگ آئے گی اور ناخن اور دانت گر جائیں گے۔ اس نے ایسے علاج سے انکار کر دیا اور واپس اپنے ملک آ گئی۔

وہ ہلکا پھلکا علاج کرتی رہی لیکن چھ ماہ بعد اسے محسوس ہوا کہ وزن بہت کم ہو گیا ہے۔ رنگ بدل گیا ہے اور دوسری کئی تکلیفیں لاحق ہو گئی ہیں۔ وہ دوبارہ بلجیم گئی تو ڈاکٹروں نے اس کے خاوند کو بتایا کہ بیماری پھیل چکی ہے اور پھیپھڑے متاثر ہو چکے ہیں۔ اب اس کا کوئی علاج ممکن نہیں۔ لہٰذا تم اسے وطن واپس لے جاؤ تاکہ اسے وہاں قبر نصیب ہو سکے۔

لیکن اس کے خاوند کے ذہن میں اچانک ایک ایسی بات آئی جس سے وہ قطعاً غافل تھا۔ اسے خیال آیا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کے لیے جائیں۔ وہ اور اس کی بیوی دونوں بیت اللہ پہنچ گئے۔ جب لیلیٰ نے کعبہ دیکھا تو وہ بہت روئی اور دعا کی: ''یا اللہ! مجھے ناامید نہ کرنا بلکہ ڈاکٹروں کو حیران فرما دے۔''

اس نے کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی اور خوب سیر ہو کر آبِ زمزم پینے لگی۔ اسے بیت اللہ کے پاس سکون و اطمینان محسوس ہونے لگا۔ اس نے اپنے خاوند سے مطالبہ کیا کہ مجھے حرم ہی میں رہنے دیں اور ہوٹل میں نہ لے جایا کریں۔ وہ خود حرم میں معتکف ہو گئی۔ اس کا اوپر والا دھڑ پھوڑوں اور زخموں سے بھرا ہوا تھا جس سے صاف پتہ چلتا تھا کہ واقعتاً کینسر سارے جسم میں پھیل چکا ہے۔

حرم میں موجود عورتوں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے اوپر والے دھڑ کو بار بار آبِ زمزم

سے دھویا کرے، لیکن وہ اپنے جسم کو چھیڑنے سے ڈرتی تھی۔ آخر اس نے نڈر ہوکر اپنے جسم اور پستان کو، جو کہ خون اور پیپ سے بھرا ہوا تھا، اپنے ہاتھ سے دھونا شروع کردیا اور پھر وہ کام ہوگیا جس کا وہم وگمان بھی نہ تھا یعنی وہ پھوڑے اور زخم ختم ہوگئے۔ نہ وہاں درد رہا اور نہ پیپ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس مقدس پانی کی کسی خفیہ خصوصیت کی بنا پر شفا دے دی اور رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سچی ثابت ہوئی کہ ''یہ خوراک بھی ہے اور شفا بھی۔''



مُلتَزَم

حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کی درمیانی جگہ کو مُلتَزَم کہا جاتا ہے۔ حضرت مجاہد نے فرمایا: ''حجر اسود اور دروازے کی درمیانی جگہ ملتزم ہے۔ جو اس جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔''①

ابن عباس رضی اللہ عنہما حجر اسود اور دروازے کی درمیانی جگہ کو چمٹ جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ''حجر اسود اور دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کرتا ہے، اس کی حاجت ضرور پوری ہوتی ہے۔''② یہ جگہ ملتزم ہے۔ یہاں دیوار سے چمٹ کر دعا کرنی چاہیے۔

احادیث میں ذکر ہے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اس جگہ چمٹ کر دعائیں کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوزبیر فرماتے ہیں: ''میں نے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو یہاں چمٹ کر دعائیں کرتے دیکھا ہے۔''③

حضرت حنظلہ نے فرمایا: میں نے حضرت طاوس کو دیکھا کہ وہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان کھڑے اللہ کی پناہ طلب کر رہے تھے۔④

عثمان بن اسود کہتے ہیں: ''حضرت مجاہد نے ایک شخص کو حجر اسود اور دروازے کے

---

① تاریخ مکہ، ازرقی: ٢/٣٦٨، اس کی سند حسن ہے۔

② سنن کبریٰ، بیہقی: ٥/١٦٤۔ اس کی سند حسن ہے۔

③ اخبار مکہ، علامہ فاکھی: ٢٣٣۔ اس کی سند حسن ہے۔

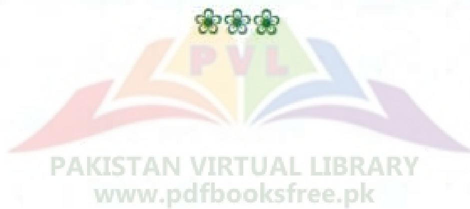
④ اخبار مکہ، علامہ فاکھی: ٢٣٢.



درمیان کھڑے دیکھا تو اس کے کندھے یا پشت پر ہاتھ مار کر فرمایا: خوب چمٹ کر دعا کرو۔'' ①

حضرت مجاہد نے فرمایا: ''حجر اسود اور دروازے کی درمیان والی جگہ کو ملتزم کہا جاتا ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر جو شخص بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگے یا کسی چیز سے بچاؤ کی دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور دیتے ہیں۔''

حضرت طارق بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہ میں نے سیدنا علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ طواف کیا۔ جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا اور ننگا پیٹ حجر اسود اور دروازے کی درمیان والی جگہ کے ساتھ لگایا۔ ②



① مصنف عبدالرزاق: ۵/۷۶۔ اس کی سند صحیح ہے۔
② اخبار مکہ، فاکھی: ۲۴۲۔ اس کی سند حسن ہے۔

غزوۂ فتح مکہ

جب صلح حدیبیہ طے پا گئی تو بنوخزاعہ رسول اللہ ﷺ کے حلیف بن گئے اور بنوبکر قریش کے ساتھ مل گئے۔ بنوبکر کے ایک آدمی نے بنوخزاعہ کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ اس کے نتیجے میں دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ بھڑک اٹھی۔ قریش نے اسلحہ کے ساتھ بنوبکر کی مدد کی بلکہ رات کے اندھیرے میں قریش کے کچھ لوگ بنوبکر کے ساتھ مل کر لڑائی میں شریک بھی ہوئے۔ اس طرح انھوں نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ بنوخزاعہ کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس مدد کا مطالبہ لے کر آیا۔ آپ نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا اور اعلان فرما دیا کہ ہم مکہ جائیں گے اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! قریش کے جاسوسوں کو قابو کر لے تاکہ ہم مکہ والوں کو اچانک جا لیں۔''

لوگوں نے بھرپور تیاری شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ جانے کا اعلان فرمایا تو سیدنا حاطب بن اَبِی بَلْتَعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو ایک خط لکھا' ایک عورت کے سپرد کیا اور اجرت دے کر اسے تیار کیا کہ اسے قریش تک پہنچا دے۔ اس نے وہ خط اپنے سر کی مینڈھیوں میں گوندھ لیا اور لے کر چل پڑی۔ رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی اطلاع ہوگئی۔ آپ نے سیدنا علی بن ابی طالب اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو پیچھے بھیجا اور فرمایا: ''جاؤ اس عورت کو پکڑ لاؤ، اس کے پاس حاطب کی طرف سے قریش کے نام ایک خط ہے جس میں ہماری تیاری کے متعلق ان کو خبردار کیا گیا ہے۔''

وہ دونوں سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہوئے گئے اور اسے ''روضۂ خاخ'' مقام پر جا لیا۔ اسے سواری سے اتار کر سامان کی تلاشی لی مگر کچھ نہ ملا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمانے

لگے: ''اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ غلط نہیں کہہ سکتے اور نہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس لیے تو خط نکال دے ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار کر تلاشی لیں گے۔''

جب اس نے خطرہ دیکھا تو اس نے کہا: اپنا چہرہ دوسری طرف کرو جب حضرت علی نے اپنا چہرہ دوسری طرف کیا تو اس نے مینڈھیاں کھول کر خط پکڑا دیا۔ وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: ''حاطب! ایسا کیوں کیا؟''

انھوں نے کہا: ''اللہ کے رسول! یقین کیجیے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ ایمان رکھتا ہوں۔ اللہ کی قسم! نہ میں نے عقیدہ بدلا ہے نہ دین۔ بات یہ ہے کہ میں قریش کے کسی قبیلہ سے نہیں لیکن میرے بیوی بچے وہاں رہ رہے ہیں۔ میں نے صرف ان کے بچاؤ کے لیے مشرکین پر یہ احسان کیا تھا۔''

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ))

''(عمر!) تجھے کیا علم؟ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدریوں سے کہہ دیا ہے: ''جو مرضی میں آئے، کرو میں تمھیں معاف کر چکا ہوں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ 10 رمضان المبارک کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ قریش کو رسول اللہ ﷺ اور لشکر کی روانگی کا کچھ پتہ نہیں تھا کیونکہ آپ قریش سے خبروں کی ناکہ

---

① صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۰۷، سیرت ابن ھشام: ۱/۴۱.

بندی کر چکے تھے۔ اتفاقاً ایک رات ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بُدَیل بن ورقاء کسی خبر کی تلاش میں مکہ سے باہر آئے۔ ادھر نبی کریم ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سفید خچر پر سوار پھر رہے تھے کہ کوئی شخص ملے تو اسے مکہ والوں کے پاس بھیجیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لا چکے ہیں لہٰذا وہ آ کر امان حاصل کر لیں۔

اتفاقاً ان کو ابوسفیان مل گئے تو انھیں قائل کیا کہ میرے ساتھ سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور مکہ والوں کے لیے امان حاصل کر لیں۔ وہ ان کے ساتھ گئے تو آپ ﷺ نے اسلام کی پیشکش کی۔ ابوسفیان مسلمان ہو گئے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ کے رسول! ابوسفیان سردار شخص ہے۔ فخر کا خواہش مند ہے۔ لہٰذا اسے کچھ امتیاز عطا فرمائیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَمْ! مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ))

''ٹھیک ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان حاصل ہو گی۔ جو اپنا دروازہ بند کر کے گھر بیٹھ جائے، اسے بھی امان حاصل ہو گی۔ جو بیت اللہ میں چلا جائے، اسے بھی کچھ نہیں کہا جائے گا۔''[1]

جب نبی اکرم ﷺ ذوطویٰ میں داخل ہوئے تو آپ نے فتح مندی کے احسان کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سر جھکایا ہوا تھا حتیٰ کہ آپ کی داڑھی مبارک کے بال پالان کی لکڑی کو لگ رہے تھے۔

لشکر کا مکہ مکرمہ میں داخلہ: لشکر اسلام کا ہر دستہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے مطابق

[1] سيرة ابن هشام: ٤/٤٦.

پیش قدمی کر رہا تھا۔ کوئی مزاحمت نہیں ہو رہی تھی۔ صرف مکہ مکرمہ کی نشیبی جانب میں بنوبکر اور حبشیوں کے کچھ لوگوں نے خالد رضی اللہ عنہ کے دستے کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ جلد ہی شکست کھا گئے۔ صفوان بن اُمیہ' عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو نے بھی خندمہ کے علاقے میں کچھ لوگ لڑائی کے لیے جمع کر رکھے تھے۔ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے دستہ سمیت پہنچے تو انھوں نے بھی تھوڑی بہت مزاحمت کی۔ ان میں سے تقریباً بارہ تیرہ آدمی مارے گئے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے دستوں کے امیر مقرر فرماتے وقت انھیں تاکید فرمائی تھی کہ مکہ مکرمہ میں داخلہ کے وقت کسی کو قتل نہ کریں اِلّا یہ کہ کوئی ان سے لڑائی لڑے۔ البتہ آپ نے چند اشخاص کا نام لے کر ان کے قتل کا حکم دیا تھا، خواہ وہ بیت اللہ کے پردوں کے پیچھے چھپے ہوئے کیوں نہ مل جائیں۔ ان کے نام یہ تھے:

عبد اللّٰہ بن سعد بن اَبی سَرح ۔عبداللّٰہ بن خطل اوراس کی دو گانے والی لونڈیاں۔ **حُویرِث بن نُقَیذ ۔مِقْیَس بن صُبابَہ ۔عِکرِمَہ بن اَبی جَھل** اور بنُو عبدالمُطَّلِب کی ایک لونڈی **سَارَّہ**۔

مگر ان میں سے صرف **عبداللّٰہ بن خطل' مِقیَس بن صُبَابَہ** اور **اِبن خطَل** کی ایک لونڈی قتل کر دیے گئے باقی نے معافی مانگ لی اور آپ نے انھیں معاف فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ جمعۃ المبارک بتاریخ 19 رمضان المبارک 8ھ کو اَذَاخِر مقام سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ ''تاریخ القدس'' میں عَلیمی کا قول ہے۔ البتہ فاسی کی ''**تُحفَةُ الکِرَام بِاَخبَارِ بَلَدِ اللّٰهِ الحَرَام**'' میں واقدی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جمعۃ المبارک کو مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے جبکہ رمضان المبارک

کے دس دن باقی تھے۔"

نبی ﷺ کے لیے مقام اَبطح میں خصوصی خیمہ لگا دیا گیا تھا۔ آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار داخل ہوئے تو آپ کے ایک طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری طرف اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ۔ آپ اپنے خیمہ میں فروکش ہوئے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مشرکین کی عورتیں گھوڑوں کے چہروں سے اپنے دوپٹوں کے ساتھ گردوغبار جھاڑ رہی تھیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ مسکرائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر! حسان نے کیسے کہا تھا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ شعر پڑھے:

عَدِمْتُ بُنَيَّتِي إِنْ لَمْ تَرَوْهَا
تُثِيرُ النَّقْعَ مِنْ كَنَفَيْ كَدَاءِ
يُنَازِعْنَ الْأَعِنَّةَ مُسْرَجَاتٍ
يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

"میری بیٹی مرجائے اگر تم ہمارے گھوڑوں کو کَدَاء مقام کے دونوں کناروں پر گردوغبار اڑاتے نہ دیکھو۔ وہ اپنے سواروں سے باگیں چھڑا چھڑا کر بھاگیں گے۔ ان پر کاٹھیاں پڑی ہوں گی اور عورتیں اپنے دوپٹوں کے ساتھ ان کے چہروں سے گردوغبار جھاڑیں گی۔"

آپ نے فرمایا: "گھوڑوں کو وہیں سے داخل کرو جہاں حسان نے ذکر کیا ہے۔ (یعنی کَدَاء سے) [1]

جب لوگوں میں اطمینان ہوا تو آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لائے

[1] منائح الکرم: ۱/۴۸۵، ۴۸۶.

اور سواری ہی پر سات چکر لگائے۔ جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرتے اپنی چھڑی کے ساتھ اسے چھو لیتے۔ اس وقت کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ جنھیں سیسے

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾
[الإسراء: ٨١]

کے ساتھ نصب کیا گیا تھا۔ آپ انھیں اپنی چھڑی سے مارتے اور فرماتے تھے:

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔''

بت چہرے کے بل گرتے جا رہے تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت بیت اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے۔ جن کی پوجا کی جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان سب کو منہ کے بل گرا دیا گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾

صحیح بخاری میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے بتوں کی موجودگی میں کعبہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ آپ کے حکم سے ان کو نکال دیا گیا۔ جب سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کے بت نکالے گئے تو ان کے ہاتھوں میں تیر پکڑائے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان مشرکوں پر لعنت فرمائے، اللہ کی قسم! انھیں علم ہے کہ ان دونوں شخصیات نے کبھی تیروں کے ساتھ قسمت آزمائی نہیں کی۔''

پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور کونوں میں کھڑے ہو کر تکبیریں پڑھتے رہے۔ لیکن آپ نے اس میں نماز ادا نہیں فرمائی۔ ① جب کہ صحیح بات یہی ہے کہ آپ نے اس میں نماز ادا فرمائی تھی جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے۔ ②

پھر جب نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز ادا فرمائی، بیت اللہ میں چکر لگا لیا، اس کے کونوں میں تکبیرات پڑھ لیں اور نعرۂ توحید بلند فرما دیا تو بیت اللہ کا دروازہ کھلنے پر آپ نے دیکھا کہ مسجد قریش سے بھر چکی تھی، جو صفوں میں بیٹھے اس انتظار میں تھے کہ آپ ان سے کیا سلوک فرماتے ہیں؟ آپ نے بیت اللہ کے دروازے کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر ارشاد فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اور اکیلے نے سب لشکروں کو شکست دی۔ خبردار! ہر قسم کا فخر، مالی اور نسبی امتیاز جن کے دعوے کیے جاتے ہیں، آج میرے ان پاؤں تلے ہیں سوائے بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کے۔ خبردار! اگر کسی کو کوڑے یا لاٹھی کے ساتھ غلطی سے مار دیا جائے تو قاتل پر سخت دیت لاگو ہوگی یعنی سو اونٹ جن میں چالیس

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾
[الحجرات:١٣]

---

① صحيح بخاري، حديث:١٦٠١.　② صحيح بخاري، حديث:١٥٩٩.

اونٹنیاں حاملہ بھی ہوں گی۔

اے قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہارا جاہلی تکبر اور آبائی فخر ختم کر دیا۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور سیدنا آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔"

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے تمھیں قبیلوں اور قوموں میں بانٹ دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔"[1]

پھر فرمایا: "اے قریش! تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تم سے کیسا سلوک کروں گا؟"

وہ کہنے لگے: "یقیناً آپ اچھا سلوک کریں گے کیونکہ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔"

آپ نے فرمایا: "میں تمھیں وہی الفاظ کہتا ہوں جو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمائے تھے:

﴿ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ﴾ ... ((اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ))

"آج تمھیں کوئی ملامت نہ ہوگی" "جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

پھر رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ کو واپس کر دی، جو پہلے آپ نے ان سے منگوائی تھی۔

---

[1] سورة الحجرات:١٣.

لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنا: فتح کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ کی بیعت کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ "قَرن مَسقَلَہ"[1] مقام پر بیٹھ گئے۔ چھوٹے بڑے، مرد عورتیں سب آپ کے ہاتھ پر ایمان اور اس بات کی گواہی، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے، کی بیعت کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ مردوں کی بیعت لینے سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے (زبانی) بیعت لینے لگے۔ آپ صفا پہاڑی پر تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ سے نیچے بیٹھے تھے۔ انھوں نے آپ کی طرف سے عورتوں سے بیعت لی۔ بیعت کے الفاظ یہ تھے:

"ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گی۔ چوری نہیں کریں گی۔ زنا نہیں کریں گی۔ اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی۔ کسی پر جھوٹا بہتان نہیں باندھیں گی اور کسی اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔"

مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام اور بعض اہم اعمال: نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں 19 دن ٹھہرے۔ اس پوری مدت میں آپ نماز قصر ہی ادا فرماتے رہے۔ جس جگہ آپ کا خیمہ نصب تھا اسے "شِعب ابی طالب" کہا جاتا ہے۔ ان دنوں میں آپ نے بہت سے امور سرانجام دیے۔ کچھ کا ذکر تو ہو چکا ہے، مثلاً: کعبہ کے آس پاس سے بتوں کی شکست و ریخت، بیت اللہ کے اندر نماز کا ادا کرنا، بیت اللہ کے اندر بنی ہوئی تصویروں کا ازالہ، بَنو شَیبہ کا خدّامِ کعبہ کے طور پر تقرر، بَنو عَبدالمُطَّلِب کو "سِقَایَہ" (حجاج کی خدمت) کی تفویض وغیرہ۔ مزید یہ بھی ہے کہ آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کے اوپر چڑھ کر اذان کہیں۔ بعض سرکش مرتدین کا خون مباح فرمایا۔ مردوں اور عورتوں سے بیعت

[1] قرن مسقلہ جگہ کا نام ہے۔ مسقلہ ایک شخص کا نام تھا، جو دور جاہلیت میں یہاں سکونت پذیر تھا۔



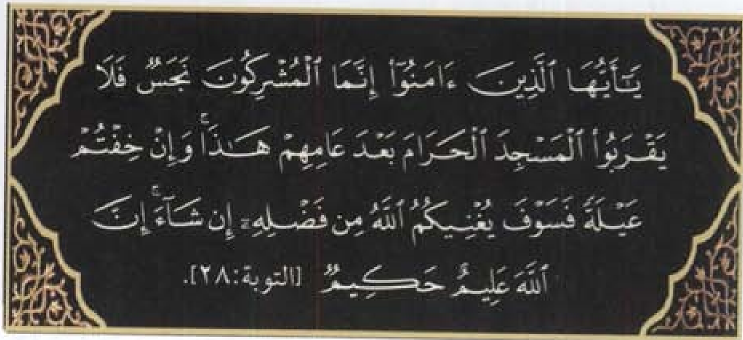
لی۔ سیدنا ابو اُسَید خُزَاعِی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حرم کی برجیوں کی تجدید کریں۔ اور دعوت اسلام کے لیے کئی لشکر بھیجے' کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ فتح مکہ کی وجہ سے بہت سے دشمن اسلام قبول کرنے کو تیار ہیں۔ بت توڑنے کے لیے بھی دستے بھیجے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے مکہ کے قریب مقام ''نخلہ'' کے بت ''عُزّیٰ'' کو پاش پاش کیا۔ اس وقت رمضان المبارک 8ھ کے پانچ دن باقی تھے۔ عُزیٰ قریش اور بَنو کِنَانَہ کا خاص بت تھا اور اسے سب سے بڑا بت شمار کیا جاتا تھا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا انھوں نے بَنو ھُذَیل کا بت ''سُوَاع'' ریزہ ریزہ کیا۔ اسی طرح سیدنا سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو بھیجا، انھوں نے ''مَنَات'' نامی بت کو توڑا۔ یہ سب امور رمضان المبارک 8ھ ہی میں سرانجام پائے۔



مشرکین کا مسجد حرام میں داخلہ ممنوع

فتح مکہ سے رسول اللہ ﷺ کے واپس تشریف لانے کے بعد مدینہ منورہ میں وفود کا تانتا بندھ گیا۔ وہ آ آ کر اپنے اسلام کا اعلان کرتے تھے۔ حج کا وقت قریب آ گیا لیکن آپ مسلمانوں کو لے کر حج کے لیے نہ جا سکتے تھے کیونکہ وفود مسلسل آ رہے تھے۔ نیز ابھی تک جزیرہ نمائے عرب میں کفار موجود تھے' جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے نہ اس کے رسول پر' کچھ یہودی بھی تھے۔ کفار تو دور جاہلیت کی طرح اب بھی حرمت کے مہینوں میں حج کے لیے مکہ مکرمہ آ رہے تھے' حالانکہ کافر پلید ہیں۔ اس لیے مناسب تھا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی مدینہ ہی میں رہیں حتیٰ کہ اسلام ہر طرف پھیل جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حج کی اجازت ملے اور آپ کی بجائے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو حج کے لیے ساتھ لے جائیں۔

مشرکین اب بھی بیت اللہ کا حج کرنے چلے آتے تھے لہٰذا ضروری تھا کہ کعبہ کو مشرکین کی آمد سے بھی پاک کر دیا جاتا جس طرح بتوں اور شرکیہ نشانات سے اسے پاک کیا جا چکا تھا۔ ذوالقعدہ 9ھ کے آخر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے امیر حج بن کر چلے۔ آپ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیس اونٹ قربانی کے لیے بھیجے گئے جبکہ خود ان کے پچاس اونٹ تھے۔ اس سفر میں تین سو مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جب آپ ذو الحُلَیفہ (جسے آج کل "آبار علی" کہا جاتا ہے) پہنچے جو مدینہ منورہ سے تقریباً گیارہ کلومیٹر دور ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے


يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُواْ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَاۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦٓ إِن شَآءَۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ [التوبة:٢٨].

آپ کے پیچھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ مشرکین کے سامنے سورۂ براءت (توبہ) کی تلاوت کریں۔ اس سورت میں یہ آیت بھی ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾

''اے ایمان والو! مشرک پلید ہیں۔ اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ آئیں اور اگر تمھیں ڈر ہو کہ (اس پابندی سے) تم فقیر ہو جاؤ گے تو یقین رکھو کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے فضل سے مالدار کر دے گا' اگر اللہ کی مرضی ہوئی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جو دین اور جسم کے لحاظ سے پاک ہیں' حکم دیا کہ ان مشرکوں کو جو دینی لحاظ سے پلید ہیں' مسجد حرام سے نکال دیں اور اس کے بعد وہ کبھی اس کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے قربانی والے دن اعلان فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ! لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ

---

① سورة التوبة:٢٨.

وَمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَهْدٌ فَأَجَلُهُ إِلٰى مُدَّتِهِ

”اے لوگو! اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرنے نہ آئے۔ کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ اور جس شخص کا رسول اللہ ﷺ سے کوئی معاہدہ ہو چکا ہے تو وہ مقررہ مدت تک برقرار رہے گا۔“

لوگوں کے لیے اس وقت سے چار ماہ کی مدت مقرر کر دی گئی تا کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں واپس جا سکیں۔ پھر اس دن سے کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور نہ کسی ننگے شخص نے کعبہ کا طواف کیا، بلکہ تمام مشرکین واپس چلے گئے اور ایک دوسرے کو ملامت کے انداز میں کہنے لگے: ”تم کیا کر رہے ہو؟ جب قریش اسلام قبول کر چکے تو تم بھی اسلام قبول کر لو۔“



❀❀❀

مسجدِ حرام کی تعمیر کے مختلف اَدوار

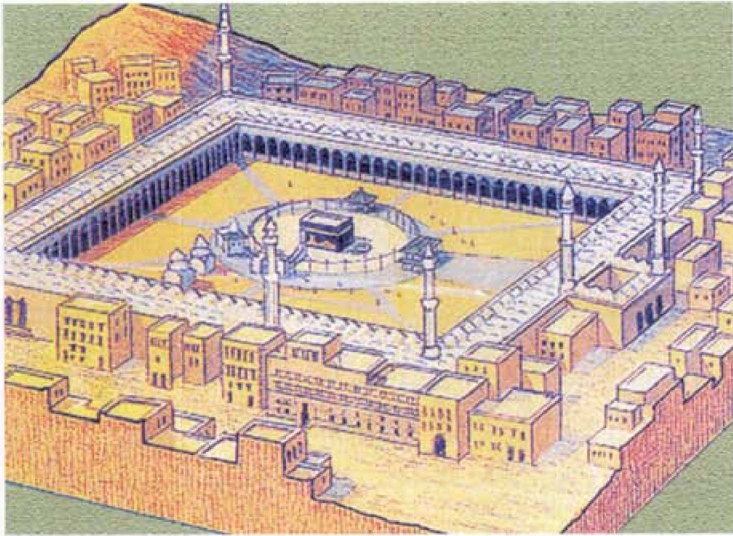
خلفائے راشدین اور ان کے بعد کا دور: پہلے پہل مسجد حرام چھوٹی تھی۔ اس کے اردگرد دیوار بھی نہ تھی بلکہ گھروں نے مسجد حرام کو گھیر رکھا تھا۔ گھروں میں مسجد کی طرف دروازے کھلتے تھے لوگ ادھر ادھر سے آتے جاتے رہتے تھے۔ اس طرح نمازیوں کو دقت ہوتی تھی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بہت سے گھر خرید کر گرا دیے اور جن لوگوں نے اپنے گھر فروخت کرنے سے انکار کیا ان کے گھر گرا کر گھروں کی قیمت بیت المال میں رکھ دی۔ آخر کار انھوں نے یہ قیمت لے لی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے اردگرد چار دیواری تعمیر کر دی جو زیادہ اونچی نہ تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا:

''کعبہ پہلے سے بنا ہوا تھا تم بعد میں رہنے لگے ہو لہٰذا خالی جگہ کعبہ کا صحن ہے نہ کہ تمہارا''

یہ 17 ھ کی بات ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے تشریف لائے تھے اور مکہ مکرمہ میں بیس دن ٹھہرے تھے۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ زیادہ ہو گئے تو انھوں نے مسجد کی مزید توسیع فرمائی۔ کچھ لوگوں سے گھر خرید لیے، جنھوں نے بیچنے سے انکار کیا ان کے گھر زبردستی گرا دیے۔ لوگوں نے شور و غل مچایا تو آپ نے انھیں بلا کر فرمایا:

''میری نرمی اور تحمل نے تم کو جرأت دلا دی ہے ورنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کچھ کیا تھا اس وقت تو کوئی نہیں بولا تھا۔ میں نے تو ان کا طریقہ ہی اختیار کیا ہے، جس پر تم چیخنے چلانے لگے ہو۔''



پھر آپ نے ان کو قید کرنے کا حکم دیا مگر عبداللہ بن خالد بن اُسَید کی سفارش پر انھیں چھوڑ دیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ توسیع 26ھ میں فرمائی۔[1]

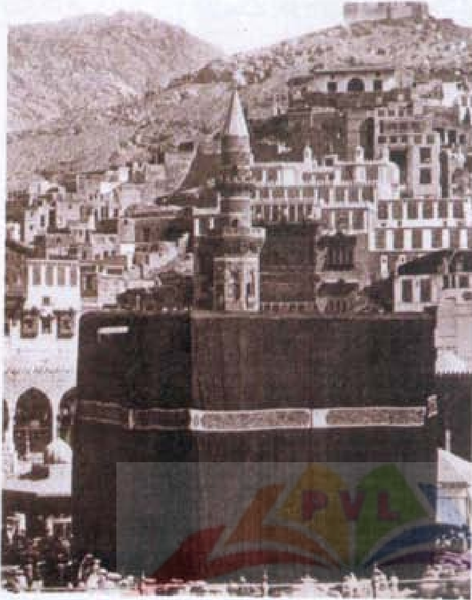
سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی توسیع: سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مسجد کی مشرق جانب سے توسیع کی اور یہ بالائی حصہ تھا جو مسجد کی شامی اور یمنی جانب واقع تھا۔ اس توسیع میں کتاب "اَخبار مکہ" کے مصنف علامہ ازرقی کے جدامجد ازرق کا نصف گھر بھی شامل ہو گیا تھا جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے دس ہزار دینار سے زائد رقم کے عوض خریدا تھا۔

ابوجعفر منصور کی توسیع: بنو عباس کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر منصور نے مسجد کی شامی اور مغربی جانب توسیع کی۔ اس توسیع کی ابتدا محرم الحرام 137ھ میں ہوئی اور ذوالحجہ 140ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ ابوجعفر منصور کی توسیع مسجد حرام کے پہلے رقبہ سے نصف

[1] ملاحظہ ہو: اخبار مکہ، ازرقی، تاریخ طبری اور الکامل، ابن اثیر۔

پر مشتمل تھی۔① گویا اس طرح مسجد کا رقبہ پہلے سے ڈیڑھ گنا ہو گیا۔

مہدی کی توسیع:



پھر ابو جعفر منصور کے بیٹے نے مسجد کی بالائی، یمنی اور مغربی جانب اپنے والد کی توسیع سے آگے مزید توسیع کی۔ مہدی کی توسیع دو مرتبہ ہوئی۔ پہلی مرتبہ 16ھ میں، جب اس نے اپنے والد کی توسیع سے آگے دو برآمدے مزید تعمیر کیے۔

اور دوسری مرتبہ 167ھ میں۔ اس توسیع کا حکم اس نے اس وقت دیا تھا جب وہ 164ھ میں اپنا دوسرا حج کرنے آیا تھا۔ لیکن اس توسیع کی تکمیل اس کے بیٹے موسیٰ ہادی کے دور خلافت میں ہوئی کیونکہ موت نے مہدی کو زیادہ مہلت نہ دی۔

مہدی نے مسجد حرام کی توسیع و تعمیر میں بہت زیادہ مال خرچ کیا۔ کیونکہ مسجد کے اندر داخل کی جانے والی ایک ہاتھ مربع زمین کی قیمت 25 دینار پڑی اور وادی میں داخل کی جانے والی ایک ہاتھ مربع زمین کی قیمت 15 دینار پڑی جب کہ سنگ مرمر کے ستون شام اور بعض دیگر ممالک سے جدہ کی بندرگاہ تک پہنچے، جنھیں بعد ازاں چھکڑوں پر مکہ مکرمہ تک لایا گیا۔ اس کی توسیع کو ان امور میں شمار کیا جاتا ہے جن پر بے انتہا

① شفاء الغرام، فاسی: ١/٤٢٦.

اخراجات ہوئے۔ ①

دارالندوہ کی توسیع: اس کے بعد دارالندوہ میں توسیع ہوئی۔اس کے منتظم نے خلیفہ معتضد عباسی کے وزیر عبیداللہ بن سلیمان بن وہب کو رغبت دلائی کہ ''باقی ماندہ دارالندوہ کومسجد میں شامل کیا جائے، اس سے نیک نامی حاصل ہوگی کیونکہ مہدی کے بعد کسی خلیفہ نے مسجد حرام میں کوئی کام نہیں کرایا۔''



منتظم نے مکہ مکرمہ کے قاضی محمد بن احمد مقدمی اور مکہ مکرمہ کے امیر عج بن حاج جو کہ معتضد کا آزاد کردہ غلام تھا' سے بھی درخواست کی کہ وہ بھی دارالندوہ کے بارے میں ایسی ہی تجویز خلیفہ کے سامنے پیش کریں۔انھوں نے بھی یہ تجویز لکھ بھیجی۔جب یہ تینوں درخواستیں معتضد کوپیش کی گئیں تو اس نے حکم دیا کہ دارالندوہ کومسجد کی شکل دے کر بڑی مسجد کے ساتھ ملا دیا جائے۔اس مقصد کے لیے اس نے بہت بڑی رقم مختص کی۔ دارالندوہ (کی پرانی عمارت) گرا کر سارا ملبہ نکال دیا گیا، پھر اصل بنیاد پر مسجد بنادی

---

① شفاء الغرام: ٤٢٧/١.

گئی۔ جس میں ستون، محراب اور برآمدے بنائے گئے۔ جن کی چھت لکڑی کی ڈالی گئی۔ اور اس پر سونے کی پالش اور کشیدہ کاری کی گئی۔ پھر بڑی مسجد کی دیوار میں اس کی طرف بارہ دروازے بنائے گئے۔ ان کے علاوہ اس عمارت میں تین دروازے اور رکھے گئے جو اردگرد کی سڑکوں میں کھلتے تھے۔ مینار بھی تعمیر کیا گیا۔ چھت پر کنگروں والا جنگلہ بنا دیا گیا۔ اس سارے کام میں تین سال کا عرصہ لگ گیا اور یہ تقریباً 284ھ میں تکمیل پذیر ہوا۔ ①

باب ابراہیم کا اضافہ: عباسی خلیفہ مُقتدِر باللہ کے دور میں 306ھ میں "باب اِبراہیم" کا اضافہ ہوا۔ یہ دروازہ مسجد کی غربی جانب تھا۔ یہ دراصل ایک کھلا صحن تھا جو "باب الخَیَّاطِیْن" اور "باب بنی جُمح" کے درمیان واقع تھا۔ اسے مسجد حرام میں شامل کر دیا گیا اور دونوں دروازوں کی جگہ ایک بڑا دروازہ بنا دیا گیا جسے باب ابراہیم کہا جانے لگا۔ ②



① شفاء الغرام: ۱/ ۴۳۰.

② اس سے مراد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ اس دروازے کے سامنے اس نام کا ایک درزی بیٹھا کرتا تھا۔ اسی کے نام سے یہ دروازہ مشہور ہو گیا۔ منائح الکرم: ۲/ ۱۸۶.

عباسی خلفاء نے اس کے بعد مسجد حرام کی تعمیر و توسیع کا کوئی کام نہیں کیا، البتہ مرمت واصلاح کا کام سلطان سلیم کے دور 979ھ تک جاری رہا۔

سلطان سلیم کی تعمیر: مصر کے بادشاہ برقوق کے دور 802ھ میں مسجد حرام میں آگ لگ گئی۔ سلطان برقوق نے عمارت دوبارہ تعمیر کر کے اس پر پہلے کی طرح ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈال دی۔ پھر کئی بار اس کی مرمت بھی ہوتی رہی۔ لیکن آہستہ آہستہ اس میں کمزوری آ گئی اور اس کی ٹوٹ پھوٹ شروع ہو گئی۔ سلطان سلیم کے سامنے جب یہ صورت حال پیش کی گئی تو اس نے اسے گرا کر نئی عمارت بنانے کا حکم دیا اور کہا کہ چھت لکڑی کی نہ ڈالی جائے بلکہ وہ گنبدوں کی شکل میں تعمیر کی جائے۔ یہ کام 979ھ میں شروع ہوا مگر سلطان سلیم تعمیر مکمل ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ پھر ان کے بیٹے سلطان مراد سوم نے اس کی تکمیل کی۔ تعمیر نو کا یہ کام 984ھ میں مکمل ہوا۔ [1]



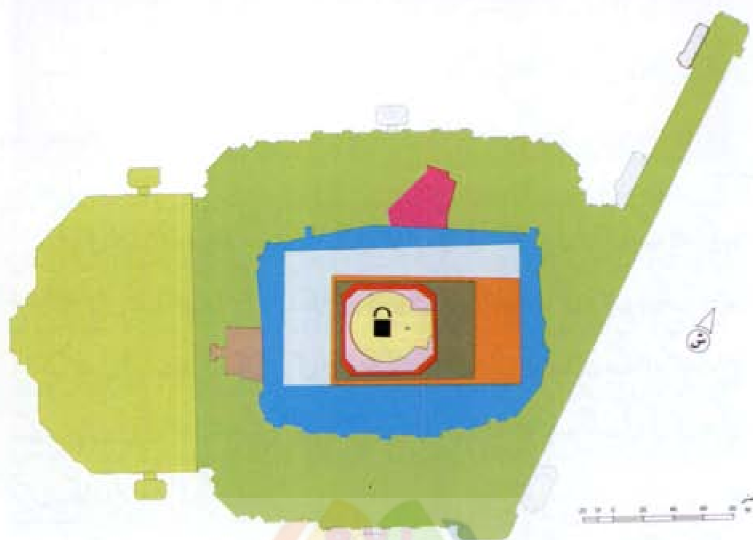
[1] اخبار مکہ، ازرقی: ضمیمہ نمبر: ١، مطبوعہ: دار الثقافة.

سعودی دَور میں مسجد حرام کی توسیع

عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے دور میں مسجد حرام میں جو توسیع ہوئی تو اس کے بعد ایک ہزار انہتر برس تک مسجد حرام کا رقبہ اتنا ہی رہا، البتہ ارد گرد عمارات بنتی رہیں۔ بلکہ آہستہ آہستہ مسجد کی طرف سرکتی رہیں۔ سعی والی جگہ کا بھی یہی حال تھا کہ اس کے اور مسجد حرام کے درمیان کئی کئی منزلہ عمارتیں تھیں۔ سعی والی جگہ کی صورت ایک تنگ گلی کی سی ہوگئی جس کے ارد گرد دکانیں تھیں۔

اب مسجد حرام اپنے محدود رقبہ کی وجہ سے زائرین کے لیے تنگ ہو رہی تھی، کیونکہ اب حاجیوں کی تعداد اتنی کم نہ رہی تھی، جتنی جانوروں اور بادبانی کشتیوں کے دور میں تھی بلکہ ذرائع آمد و رفت کی ترقی کی وجہ سے اب تعداد کئی گنا بڑھ چکی تھی۔ اب جانوروں کی بجائے نئی نئی بسیں، کاریں اور تیز ترین ہوائی جہاز وجود میں آ چکے تھے۔ بادبانی کشتیوں کی بجائے تیز رفتار دیو ہیکل بحری جہازوں کا دور آ چکا تھا۔ اتنی بڑی تعداد میں زائرین و حجاج کے لیے یہ مسجد بہت تنگ پڑ گئی تھی۔ جوں جوں دن گزر رہے تھے، حجاج اور زائرین کی تعداد میں بے انتہا اضافہ ہو رہا تھا۔ مکہ مکرمہ کے رہائشی اور حجاج سبھی اس تنگی کو بری طرح محسوس کرتے تھے۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک کسی مسلمان بادشاہ یا حاکم نے اس کی توسیع میں ایک بالشت زمین کا اضافہ کرنے کی بھی فکر نہ کی۔

توسیع کا آغاز: 1370ھ میں مسجد نبوی کی توسیع کا آغاز ہوا۔ 5 محرم 1375ھ میں مسجد



نبوی کی توسیع کا کام پورا ہونے پر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ مسجد نبوی کی توسیع کے دوران استعمال ہونے والی تمام مشینری اور جملہ آلات کو مکہ مکرمہ منتقل کر دیا جائے تا کہ فوری طور پر مسجد حرام کی توسیع کے منصوبے کا آغاز ہو سکے۔

پہلی توسیع (1375ھ-1956ء): شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رحمۃ اللہ علیہ نے حرمین شریفین کے معاملات پر بہت زیادہ توجہ دی۔ چنانچہ انھوں نے مسجد کی مرمت کا حکم دیا جس کے تحت حرم میں سنگ مرمر لگایا گیا' نئے سرے سے رنگ کیا گیا۔ دروازے اور برآمدوں کے فرش درست کیے گئے۔ شاہ عبدالعزیز وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سعی والی گلی کا فرش لگوایا اور اس کے اوپر سائبان کی تجدید کرائی۔ جبکہ مَسْعیٰ یعنی سعی کرنے کی جگہ پر سب سے پہلے شاہ شریف حسین بن علی نے 1339ھ میں سائبان لگوایا تھا۔

مسجد حرام میں پہلی توسیع شاہ سعود بن عبدالعزیز کے دور میں ہوئی۔ مَسْعیٰ (سعی

والی جگہ) کے دونوں جانب بنے ہوئے گھر گرادیے گئے۔ اور مَسعیٰ کی دومنزلیں بنائی گئیں۔ پہلی منزل میں صفا سے مروہ جانے اور مروہ سے صفا واپس آنے کے لیے الگ الگ راستے بنائے گئے۔ درمیان میں ایک چھوٹا سا جنگلہ لگا دیا گیا تا کہ جانے اور آنے کے راستے جدا جدا رہیں۔ پہلی منزل میں 16 دروازے لگائے گئے۔ دوسری منزل پر جانے کے لیے دو راستے بنائے گئے ایک صفا اور دوسرا مروہ کے پاس۔ پھر جنوبی جانب کی عمارات گرائی گئیں اور دومنزلہ خوبصورت برآمدہ بنایا گیا۔ مَسعیٰ کے سوا باقی توسیع شدہ عمارت کے نیچے تہ خانے بنائے گئے۔ پھر مغربی اور شمالی جانب میں بھی جنوبی توسیع کی طرح توسیع کی گئی اور ان دونوں جانب بھی وہ سب کچھ بنایا گیا جو جنوبی جانب بنایا گیا تھا۔ دروازوں کی تعداد بھی بڑھا دی گئی۔ چھوٹے بڑے سب مل کر 51 دروازے بن گئے۔ توسیع کے دوران پرانے سات مینار گرا کر سات نئے مینار بنائے گئے۔ اس طرح سعودی دور کی پہلی توسیع میں 1,53,000 مربع میٹر کا اضافہ کیا گیا اور مسجد کا کل رقبہ 1,80,850 مربع میٹر ہو گیا۔ گویا اس توسیع کے بعد مسجد حرام کا رقبہ چھ گنا بڑھ گیا۔ جبکہ اس توسیع سے پہلے مسجد کا کل رقبہ صرف 27,850 مربع میٹر تھا۔

مزید یہ کہ توسیع والی عمارت انتہائی مضبوط اور خوبصورت ہے۔ دیواروں پر سنگ مرمر اور چھتوں اور ڈاٹوں میں عمارتی پتھر جڑا گیا ہے تا کہ مسجد حرام فن تعمیر کا شاہکار بن جائے۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کی توسیع
(1409ھ—1988ء)

شاہ فہد نے حرم کی طرف بہت توجہ دی ہے اور بڑی دریا دلی سے خرچ کیا ہے۔ان کے منصوبے کے دو پہلو ہیں:

❶ زیبائش وآرائش ❷ مسجد حرام کے رقبہ میں اضافہ

رقبہ میں اضافہ تو اس طرح کیا گیا کہ مغربی جانب باب عبدالعزیز سے باب عمرہ تک دو منزلہ عمارت اور تہ خانے بنائے گئے اور مسجد کی چھت کو بھی نماز کی ادائیگی کے قابل بنا دیا گیا۔ وہاں کھلے صحن تعمیر کیے گئے ہیں جن میں 80,000 سے زائد افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔بجلی سے چلنے والی سیڑھیوں کے لیے تین مقامات بنائے گئے ہیں گویا کہ توسیع کی سابقہ دو منزلوں کے اوپر تیسری منزل کا بھی اضافہ ہو گیا ہے۔اس توسیع میں "باب الملک فہد" کے نام سے ایک عظیم دروازہ بنایا گیا ہے جس کے ساتھ الگ 14 چھوٹے دروازے بھی ہیں۔تہ خانوں میں جانے کے لیے دو راستے بنائے گئے ہیں۔

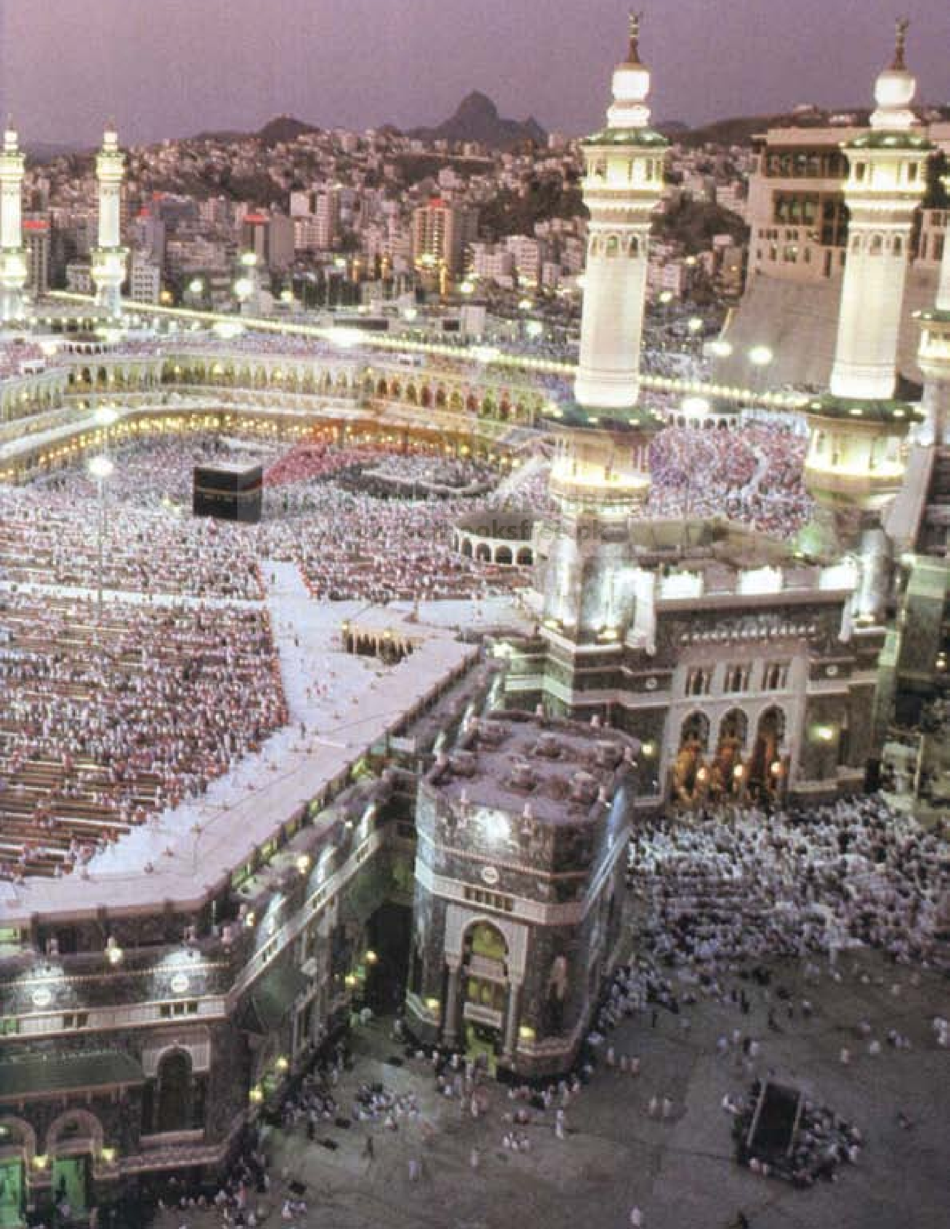
اس توسیع کے بعد اب مسجد میں داخل ہونے کے لیے چار بڑے اور 54 چھوٹے دروازے ہیں۔تہ خانوں میں داخل ہونے کے لیے چھ الگ راستے ہیں۔اس کے علاوہ دوسری منزل پر جانے کے لیے بھی کئی راستے اور بجلی کے ذریعے چلنے والی سیڑھیاں موجود ہیں۔مسجد کے سات سابقہ میناروں میں بالکل انھی جیسے دو اور میناروں کا اضافہ کیا گیا ہے۔اس طرح میناروں کی تعداد اب نو ہو گئی ہے۔



اس نئے اضافے کا رقبہ 76,000 مربع میٹر ہے۔ یہ رقبہ پہلی سعودی توسیع سے پہلے کی مسجد حرام کے رقبہ سے تین گنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں سعودی توسیعات سے مسجد حرام کا رقبہ نو گنا بڑھ گیا ہے۔ اس کے علاوہ نمازیوں کے لیے مسجد کی شرقی جانب مَسعیٰ سے متصل نئے میدان بھی بنائے گئے ہیں۔ انھیں مشرقی صحن کہا جاتا ہے۔

جبل اَبی قُبَیس کے دامن میں شاہی محلات واقع ہیں۔ جن کا رقبہ تقریباً 40,000 مربع میٹر ہے۔ ان میں وہ تمام سہولیات مہیا کی گئی ہیں جن کی نمازیوں کو ضرورت پیش آسکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جنوبی اور مغربی جانب بھی وسیع صحن تیار کیے گئے ہیں جن میں سفید سنگ مرمر کا فرش لگایا گیا ہے تاکہ جب نمازی زیادہ ہوں، خصوصاً حج کے دنوں میں، تو لوگ یہاں بھی نماز ادا کرسکیں۔

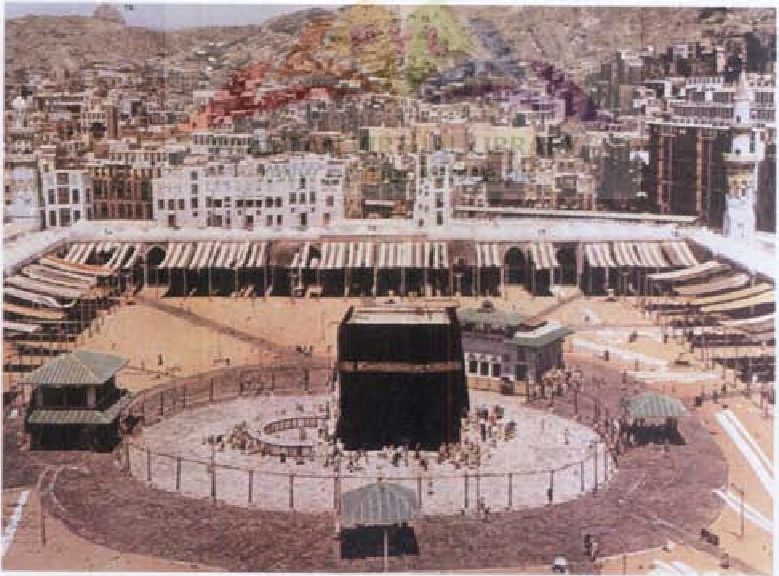






حرم میں ایک مُصلّٰی کا اہتمام

حرم کی توسیع و تزئین یقیناً اپنی جگہ ایک انتہائی اہم کام ہے لیکن تمام نمازیوں کو ایک امام کے پیچھے اکٹھا کرنا اس سے کہیں بڑھ کر اہمیت کا حامل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک امام کے پیچھے اکٹھے نماز ادا کرنے سے پہلے حرم میں مختلف مکتبہ ہائے فکر کے ائمہ کی الگ اپنی اپنی جائے نماز ہوتی تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ایک جگہ نماز ادا کرتے تھے تو امام



شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار دوسری جگہ، اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین کا مصلّٰی جدا مقام پر تھا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار الگ جگہ پر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ان میں

سے ہر مقام پر الگ امام نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اذان تو ایک ہی ہوا کرتی جبکہ نماز الگ الگ چار مقامات پر مختلف اوقات میں ادا کی جاتی تھی۔ سب سے پہلے امام احمد بن حنبل کے پیروکاران نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ان کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ کے ماننے والے اور پھر امام مالک رحمہ اللہ کے پیروکار، اسی طرح سب سے آخر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے طریق پر چلنے والے اپنی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ہر مصلے کا الگ امام مقرر کرنے کی بدعت عثمانیوں نے شروع کی تھی جو کہ شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود رحمہ اللہ کی آمد تک جاری رہی۔ انھوں نے وہ تمام طریقے ختم کر دیے جو مسلمانوں کی زندگی کو عیب دار بنا رہے تھے اور تمام امور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے عہد کی طرف لوٹاتے ہوئے مسلمانوں کو ایک امام کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

❀❀❀



مکہ مکرمہ کے تاریخی مقامات

جبل حرا: یہی وہ پہاڑ ہے جس میں ایک غار ہے جو لوگوں میں ''غار حرا'' کے نام سے مشہور ہے۔اس غار میں وحی کے نزول کا آغاز ہوا۔

رسول اللہ ﷺ اس غار میں نزول وحی سے قبل بھی عبادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔آپ رات کو جو بھی خواب دیکھتے' دن کو بالکل اسی طرح ہوتا۔نیز آپ کو تنہائی محبوب ہوگئی۔اس لیے آپ غار حرا میں چلے جاتے اور کئی کئی دن رات وہاں عبادت میں مشغول رہتے۔ کھانے پینے کا تھوڑا بہت سامان ساتھ لے جاتے پھر جب گھر کی یاد آتی اور سامان ختم ہو جاتا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور مزید سامان لے جاتے۔'' ①

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری حدیث میں ہے:

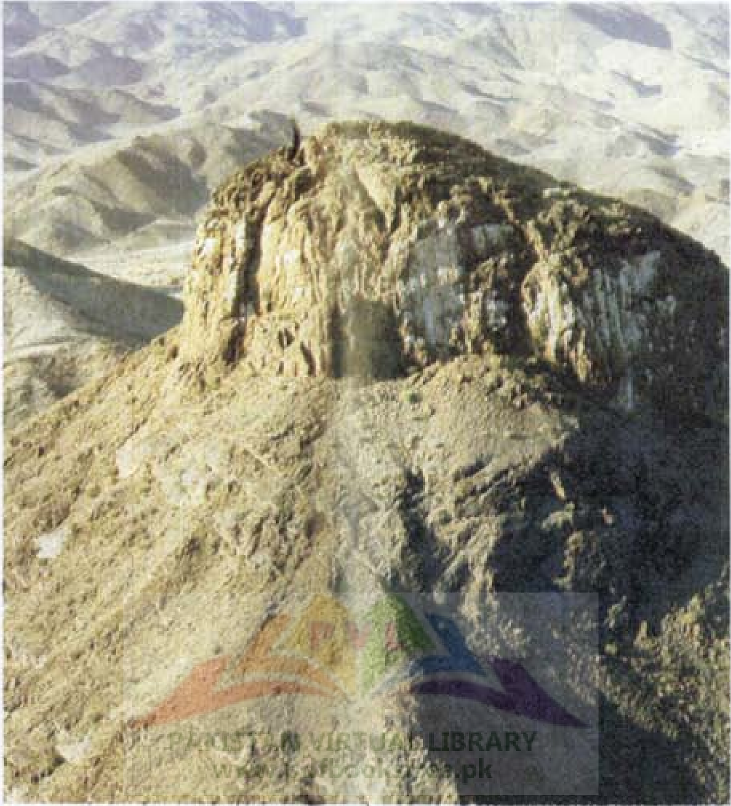
''آپ غار حرا ہی میں تھے کہ اچانک فرشتہ آ گیا اور کہنے لگا:''پڑھو!''

آپ نے فرمایا:''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

(آپ فرماتے ہیں:) اس پر فرشتے نے مجھے پکڑ کر زور سے بھینچا حتی کہ مجھے سخت تکلیف ہوئی پھر اس نے مجھے چھوڑا اور فرمایا:''پڑھو!''

میں نے پھر کہا:''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

① صحیح بخاری، حدیث:٣' مسند احمد:٦/٢٣٢.



اس نے مجھے پھر پکڑ کر بھینچا پھر چھوڑ کر کہا: ''پڑھو!''

میں نے پھر کہا: ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں''

اس نے تیسری دفعہ مجھے پکڑ کر بھینچا حتیٰ کہ اس نے پورا زور لگا دیا، پھر چھوڑا اور کہا: ''اب پڑھو!''[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم حرا پہاڑ پر ایک چٹان پر بیٹھے تھے۔ چٹان نے ہلنا شروع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے:

---

① حوالہ مذکورہ۔

((اِهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْصِدِّيْقٌ اَوْشَهِيْدٌ))

''رک جا! اس وقت تجھ پر ایک نبی اور اور صدیق اور شہید ہی بیٹھے ہیں۔''①

جبل ثور: یہ پہاڑ مکہ مکرمہ کی نشیبی جانب (جنوب میں) واقع ہے۔ ہجرت کے موقع پر نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس پہاڑ کے مشہور غار میں چھپے تھے۔ یہ وہی غار ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں کیا ہے:

﴿ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ﴾



''دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔''② یہ اس وقت کی بات ہے جب مشرکین نے ارادہ کیا تھا کہ آپ کو قتل کر دیں یا قید کر دیں یا جلا وطن کر دیں۔ آپ اپنے دوست اور ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چپکے سے نکل گئے۔ پھر آپ دونوں تین دن تک غار ثور میں چھپے رہے تاکہ آپ کا کھوج لانے والے مایوس ہو کر بیٹھ جائیں اور آپ آرام سے مدینہ منورہ چلے جائیں۔

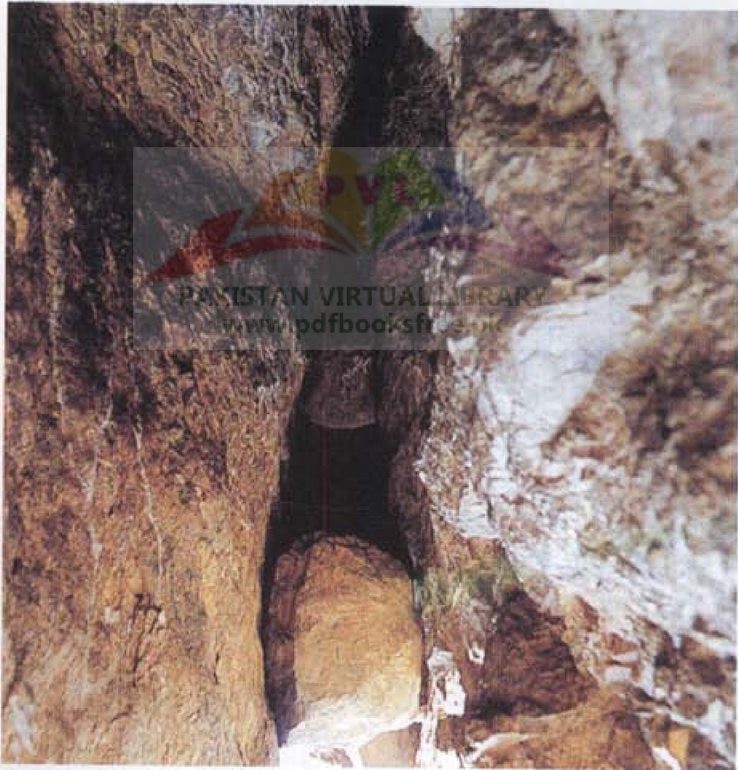
① صحیح مسلم، حدیث: ٢٤١٧ اور مسند احمد: ٤١٩/٢.

② سورة التوبة: ٤٠

ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا رہے تھے کہ کہیں کسی کو اطلاع نہ ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کو مشرکین کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ نبی کریم ﷺ ان کو مطمئن کر رہے تھے اور فرما رہے تھے:

((مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا ؟))

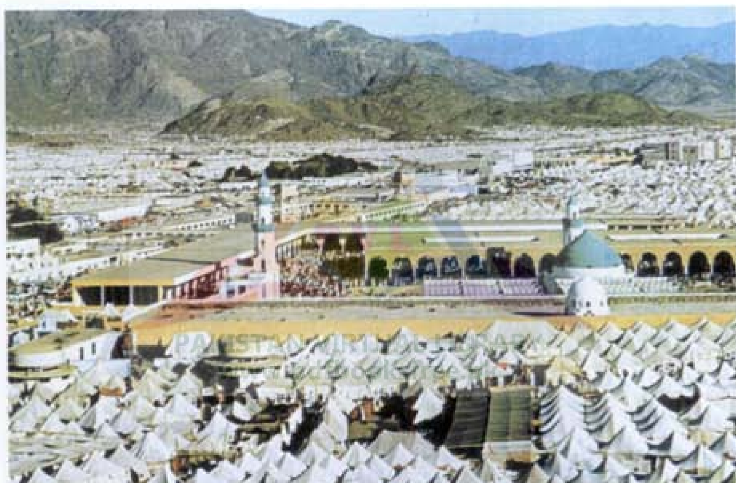
''ابوبکر! ان دو شخصوں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟۔''[1]



① صحیح بخاری، حدیث:٣٦٥٣ .

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان فرمایا: ''جب ہم غار میں تھے تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف نظر کی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر! تیرا کیا گمان ہے ان دو کے بارے میں جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟'' ①



مسجد خیف اور اس کی فضیلت: یہ ان مساجد میں سے ہے جن کی فضیلت بعض احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک مرفوع حدیث میں ہے:

((صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِ الْخَیْفِ سَبْعُوْنَ نَبِیًّا))

''مسجد خیف میں ستر (70) انبیاء علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے۔'' ②

---

① صحیح بخاری، حدیث: ٤٦٦٣.

② مجمع الزوائد: ٢٩٧/٣۔ اسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے مناسك الحج والعمرة، (ص: ٣٩) میں حسن کہا ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے بھی اس میں نمازیں ادا کیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مسجد کی فضیلت کے قائل تھے اور اس کا ذکر خیر کرتے رہتے تھے نیز مناسک حج کی ادائیگی کے موقع پر اس میں نماز پڑھنے کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

حضرت ابن جُریج فرماتے ہیں: میں نے حضرت عطاء سے پوچھا: ''ایک تاجر شخص ایام حج میں خرید وفروخت میں مشغول رہا، اسے مسجد خیف میں نماز پڑھنے کا موقع نہ مل سکا حتی کہ منیٰ سے کوچ کا وقت آ گیا؟''

وہ فرمانے لگے: ''وہ اس میں ضرور نماز پڑھے۔''

میں نے کہا: ''آپ اس میں نماز پڑھنا واجب قرار دیتے ہیں؟''

فرمانے لگے: ''نہیں! لیکن بساط بھر کوشش کرنی چاہیے۔''

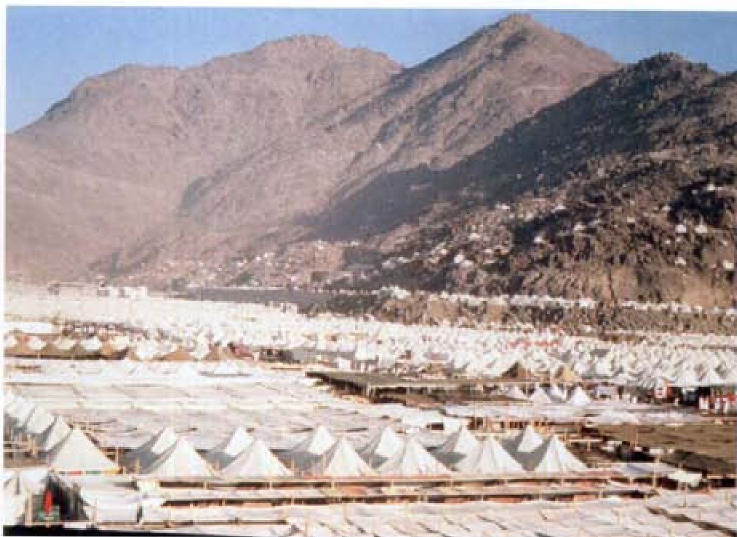
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اگر میں مکہ کا باسی ہوتا تو ہر جمعہ اس مسجد میں ادا کرتا۔ [1]

البتہ اس مفہوم کی روایات ضعیف ہیں کہ اس مسجد میں ستر (70) انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔

منیٰ: یہ وہ مقام ہے جہاں عرفہ کے دن طلوع شمس تک اور یوم نحر اور بعد والے ایام تشریق میں حاجیوں کو جانے اور ٹھہرنے کا حکم ہے۔ یہاں رات ٹھہرنے کا حکم بھی ہے اور یہیں حاجی لوگ جمرات کو کنکریاں مارتے ہیں۔ منی حج کے دنوں میں تو بہت آباد ہو جاتا ہے۔ باقی سارا سال خالی رہتا ہے سوائے ان چند لوگوں کے جو وہاں رہائش پذیر ہیں۔ منیٰ کی حد وادیٔ مُحَسِّر کے کنارے سے لے کر اس گھاٹی تک ہے جس کے پاس مکہ کی طرف والا آخری جمرہ ہے۔ اسے جمرۂ عقبہ کہا جاتا ہے۔ اسی کے پاس انصار نے رسول اللہ ﷺ

---

[1] اخبار مکہ، فاکھی: ٢٧١/٤۔ محقق کتاب کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ اثر حسن الاسناد ہے۔



کی بیعت کی تھی۔

منیٰ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ مسجد خیف یہیں واقع ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اسی وادی میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے فدیے کے طور پر مینڈھا عطا فرمایا تھا۔ جیسا کہ واقعہ مشہور ہے۔

عَرَفہ: عرفہ کو عرفات بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں ٹھہرنا حاجیوں کے لیے فرض ہے۔ جو عرفات میں وقوف نہ کر سکے اس کا حج نہیں ہوتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْحَجُّ عَرَفَةُ))

''حج، وقوف عرفہ کا نام ہے۔''[1]

ایسے شخص کو جانور قربان کرنا ہوگا اور آئندہ سال حج بھی کرنا ہوگا۔ یوم عرفہ کی فضیلت بہت سی احادیث میں مذکور ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

[1] جامع ترمذی، حدیث:۸۸۹، سنن ابی داود، حدیث:۱۹۴۹.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ؟))



"کسی بھی دن اللہ تعالیٰ اتنے افراد آگ سے آزاد نہیں فرماتا جتنے عرفہ کے روز آزاد کرتا ہے اس دن اللہ تعالیٰ حاجیوں کے قریب ہوتا ہے پھر ان کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ اظہار فخر کرتا ہے اور پوچھتا ہے: "ان کا کیا مقصد ہے؟"" ①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کسی بھی دن شیطان اتنا چھوٹا، ذلیل، حقیر اور ناراض نہیں ہوتا جتنا عرفہ کے دن۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کثرت کے ساتھ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ معاف فرماتا ہے۔" ②

---

① صحیح مسلم، حدیث:۱۳٤۸، سنن نسائی، حدیث: ۳۰۰٦، سنن ابن ماجہ، حدیث:۳۰۱٤۔ ② موطأ امام مالك، كتاب الحج، حديث:۲٤۵، مصنف عبد الرزاق: ۳۷۸/٤، اخبار مكه، فاكهی:۲٦/۵۔



حضرت طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ایک یہودی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا: ''امیر المومنین! تم (مسلمان) اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہو کہ اگر وہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اس دن کو یوم عید بنا لیتے۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کونسی آیت؟'' اس نے کہا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کیا ہے۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس دن، کہاں اور کس وقت اتری؟ یہ آیت یوم عرفہ جمعہ کے دن اتری۔'' ①

عرفہ کے دن کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اس دن کا روزہ آئندہ اور گزشتہ سال کے گناہ ختم کر دیتا ہے۔

---

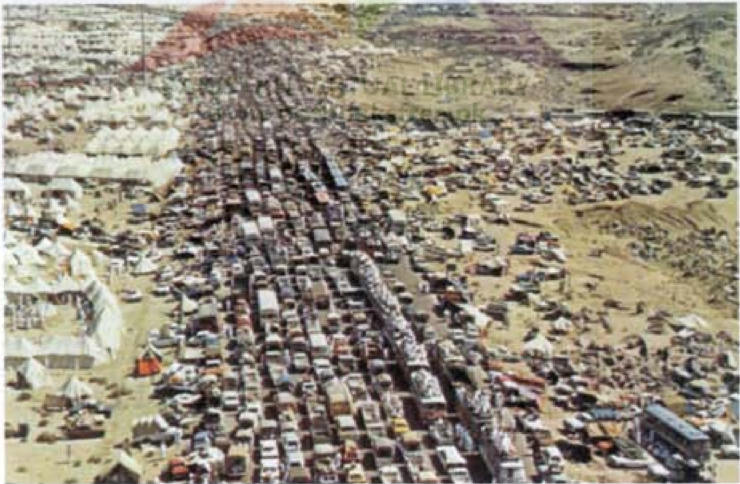
① صحیح بخاری، حدیث:٤٥، صحیح مسلم، حدیث: ٣٠١٧.

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ! یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا:

((اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِىْ بَعْدَهُ))

''مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزے کی برکت سے آئندہ اور گزشتہ سال کے گناہ معاف فرمائیں گے۔''[1]

مُزْدَلِفَہ: مزدلفہ وہ جگہ ہے جہاں عرفات سے واپسی پر حاجیوں کو جانے اور رات ٹھہرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ عرفہ اور وادیٔ مُحَسِّر کے دو تنگ پہاڑی راستوں کا درمیانی علاقہ ہے۔ عرفہ کے اس تنگ راستے کو مَضِیق کہا جاتا ہے۔ بہت سے علماء نے مزدلفہ کی یہی حد بندی کی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الام'' میں فرمایا ہے:



''مزدلفہ عرفات کی تنگ گھاٹی سے وادیٔ مُحَسِّر کے کنارے تک ہے۔

[1] صحیح مسلم، حدیث:۱۱۶۲، جامع ترمذی، حدیث:۷۴۹.

جتنا بھی دائیں بائیں میدان ہے اونچا یا نیچا' آگے یا پیچھے یا وادی، یہ سب مزدلفہ ہے۔''

مزدلفہ کو ''جَمع'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ لوگ اس میں جمع ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ میں اس کا ذکر ''اَلْمَشْعَرُ الْحَرَام'' کے نام سے کیا گیا ہے:

﴿فَإِذَآ أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَٰتٍ فَٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ عِندَ ٱلْمَشْعَرِ ٱلْحَرَامِ﴾

''جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعرِ حرام کے پاس ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔''①

بعض علماء کا خیال ہے کہ مشعر حرام مزدلفہ میں ایک مخصوص جگہ کا نام ہے نہ کہ سارا مزدلفہ۔ کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ایسے الفاظ ہیں جن سے یہ استدلال ہو سکتا ہے۔ اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزدلفہ میں آنے' رات گزارنے اور صبح کی نماز پڑھنے کے ذکر کے بعد یہ الفاظ ہیں:

''پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے۔ منہ قبلہ کی طرف کیا۔ دعائیں کیں' تکبیر و تہلیل پڑھتے رہے اور کافی دیر تک یہاں کھڑے رہے۔''

مزدلفہ میں رات گزارنا واجب ہے۔ رات نہ گزارنے کی صورت میں ایک جانور ذبح کرنا ہوگا۔ اور مستحب یہ ہے کہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے صبح تک وہیں ٹھہرے پھر نماز کے بعد روشنی پھیل جانے تک وقوف کرے البتہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ کمزور مردوں اور عورتوں کو صبح سے پہلے بھیج دیا جائے۔ اس کے بعد طلوع شمس سے پہلے ہی منیٰ کی طرف چل پڑے۔

وادیٔ مُحَسِّر: یہ وہ جگہ ہے جہاں تیزی کے ساتھ گزر جانا ضروری ہے۔ مُحَسِّر، منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ یہ منیٰ میں شامل ہے نہ مزدلفہ میں۔ اسے

① سورة البقرة:۱۹۸.

وادی "مُھَلِّل" بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حج کے دوران لوگ جب یہاں پہنچتے ہیں تو تکبیریں پڑھتے ہوئے تیزی سے گزر جاتے ہیں۔ اس مقام پر یہی عمل پسندیدہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا اپنا عمل بھی یہی ہے۔ آپ یہاں سے تیزی کے ساتھ اس لیے گزرے تھے کہ یہ شیاطین کا ٹھکانہ ہے۔

مُحَصَّب: حاجی کے لیے مستحب ہے کہ وہ منٰی سے واپسی پر یہاں ٹھہرے۔ یہ وادی، مکہ میں منٰی کے راستے پر واقع ہے۔ رسول اللہ ﷺ یہاں ٹھہرے تھے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ جو آپ کے سامان وغیرہ پر مقرر تھے' فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ نے مجھے ابطح (محصب) میں ٹھہرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ میں نے اپنے طور پر وہاں آپ کا خیمہ لگا دیا تھا۔ آپ تشریف لائے اور ٹھہر گئے۔"

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "نبی کریم ﷺ اس لیے یہاں ٹھہرے تھے کہ مدینہ واپسی کے لیے یہاں ٹھہرنا زیادہ مفید تھا۔ اب جو شخص چاہے یہاں ٹھہرے، جو نہ چاہے نہ ٹھہرے۔"[1]

حضرت ابن جُریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے سامنے لوگ عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے تھے: "رسول اللہ ﷺ اس رات محصّب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے انتظار میں ٹھہرے تھے؟"



① اخبار مکہ، علامہ ازرقی ۱۶۰/۲۔

حضرت عطاء فرماتے تھے: ''نہیں! یہ ویسے ہی قافلوں کے پڑاؤ کی جگہ ہے۔ کوئی چاہے تو محصّب میں ٹھہرے نہ چاہے تو نہ ٹھہرے۔''

مَسجدِ تنعیم: یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ''مسجد عائشہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ یہ اس جگہ واقع ہے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عمرہ کے احرام کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔ یہ حجۃ الوداع کی بات ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں اس کا تذکرہ یوں ہے:

> ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (دخولِ مکہ کے وقت) حیض آنے لگا۔ اس لیے انہوں نے حج کے دوسرے ارکان تو ادا کر لیے مگر وہ بیت اللہ کا طواف نہ کر سکیں۔ جب وہ حیض سے پاک ہوئیں تو انہوں نے حج کا طواف کر لیا۔ پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگیں: یارسول اللہ! آپ سب لوگ تو حج و عمرہ دو عبادتیں مکمل کر کے واپس جا رہے ہیں۔ کیا میں صرف حج کر کے چلی جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انہیں تَنعِیم مقام پر لے جائیں۔ چنانچہ وہاں سے انہوں نے احرام باندھ کر عمرہ کیا۔ یہ ماہ ذوالحجہ میں حج کے بعد ہوا۔'' [1]

یہ مسجد بیت اللہ سے 7.5 کلومیٹر دور مدینہ روڈ (جسے ہجرت روڈ بھی کہا جاتا ہے) پر واقع ہے۔ اور اپنے یکتا اسلامی طرز تعمیر اور انتہائی خوبصورت عمارت کی وجہ سے مکہ مکرمہ کے تاریخی مقامات میں شمار ہوتی ہے۔ [2]

---

① صحیح بخاری، حدیث: ۱۷۸۵.

② الدلیل الارشادی للحاج، ص: ۲۴، مطبوعہ وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف (۱۴۱۵ھ)، اخبار مکہ، ازرقی: ۲/۲۰۸.



مسجدِ جِعرّانہ: جعرانہ، طائف اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک کنویں کا نام تھا۔ یہ مکہ مکرمہ سے زیادہ قریب ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے حُنین سے واپسی پر بنو ہَوازن سے ملنے والا مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تھا تو آپ یہاں ٹھہرے تھے اور رات کے وقت یہاں سے اِحرام باندھ کر عمرہ ادا فرمایا تھا۔ اس مقام پر ایک مسجد بنائی گئی جو مسجد جعرانہ کے نام سے مشہور ہے۔

قاضی ابوالعباس فرماتے ہیں: ''مکہ مکرمہ اور اس کے قرب وجوار میں رہنے والوں کے لیے افضل عمرہ یہ ہے کہ وہ جعرانہ سے احرام باندھیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہاں سے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔''①

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں: ''مجھے حضرت زیاد بن محمد بن طارق نے بتایا کہ میں نے حضرت مجاہد کے ساتھ جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا تو انہوں نے وادی کے پیچھے ایک نصب شدہ پتھر کے پاس سے احرام باندھا اور فرمایا: ''یہاں سے نبی کریم ﷺ نے احرام باندھا تھا۔''②

علامہ تقی الدین فاسی نے لکھا ہے: ''نبی کریم ﷺ نے وادیٔ جعرانہ کے آخری کنارے پر واقع مسجد اقصیٰ سے احرام باندھا۔ اس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی۔ آپ

① معجم البلدان: ۲/ ۱۶۶.
② شفاء الغرام: ۱/ ۵٤٤.

نے 18 ذوالقعدہ بدھ کی رات احرام باندھا تھا۔ آپ 5 ذوالقعدہ جمعرات کی رات جعرانہ پہنچے تھے۔ وہاں آپ 13 دن ٹھہرے۔'' [1]

عَنْ مُحَرِّشٍ الْكَعْبِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ مُعْتَمِرًا فَدَخَلَ مَكَّةَ لَيْلًا ثُمَّ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ لَيْلَتِهِ فَأَصْبَحَ بِالْجِعْرَانَةِ كَبَائِتٍ ..... الْحَدِيث

مکہ مکرمہ سے عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے جعرانہ افضل مقام ہے کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہاں سے احرام باندھا تھا۔ یہ امام مالک، شافعی، ابن حنبل اور بہت سے علماء رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

مَسْجِدِ جِنّ: یہ مسجد حجون کے کنارے میں ہے اور یہ عین اس جگہ بنائی گئی ہے جہاں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹھنے کے لیے خط کھینچا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا تھا کہ آپ جنوں کو قرآن مجید سنائیں۔ آپ نے اپنے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو لیا اور چل پڑے حتّٰی کہ آپ حجون میں شِعب ابی دُب کے پاس پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر باہر نکلے اور میرا ہاتھ پکڑ

[1] شفاء الغرام: ١/٥٤٦.

کر چل پڑے حتٰی کہ بطحائے مکہ میں پہنچ کر مجھے بٹھا دیا۔ پھر ایک خط کھینچ کر مجھ سے فرمایا: ''اس خط سے قطعاً باہر نہ نکلنا۔ تیرے پاس کچھ لوگ آئیں گے تو ان سے کوئی بات نہ کرنا وہ تجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ چلے گئے حتی کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک کچھ لوگ آئے جو شکل و صورت میں ہندوستان کے جاٹوں کی طرح تھے بالکل انہی جیسے بال اور انہی جیسے جسم۔ نہ ان کے ستر نظر آتے تھے اور نہ جسم کا چمڑا۔ وہ خط تک تو آتے تھے لیکن آگے نہیں بڑھتے تھے۔ پھر وہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی طرف چلے جاتے۔ جب رات کا پچھلا پہر ہوا تو آپ ﷺ تشریف لے آئے۔ میں خط کے اندر ہی بیٹھا تھا۔ فرمانے لگے: ''انہوں نے آج ساری رات مجھے جگائے رکھا۔''

پھر آپ خط میں داخل ہو گئے اور میری ران پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ جب سوتے تھے تو ہلکے ہلکے خراٹے بھرا کرتے تھے۔'' پھر انہوں نے لمبی حدیث ذکر کی۔[1]



① مسند احمد: ۱/۳۹۹، جامع ترمذی، حدیث: ۲۸٦۱.

حج

حج اسلام کا ایک رکن اور بنیادی فریضہ ہے۔ قرآن وسنت اور اجماع اس کی فرضیت پر شاہد ہیں۔ یہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ حج کی فرضیت کے دلائل بہت ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر فرض ہے کہ جو شخص بیت اللہ تک پہنچ سکے وہ حج کرے اور جو انکار کرے گا وہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے۔"①

﴿ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾

"حج وعمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکمل کرو۔"②

فرضیت حج پر احادیث سے دلائل: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَ الْحَجِّ وَ صَوْمِ رَمَضَانَ))

① سورة آل عمران:٩٧.

② سورة البقرة:١٩٦.

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں: ❶ اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا ❷ نماز قائم کرنا ❸ زکوٰۃ ادا کرنا ❹ حج کرنا ❺ رمضان المبارک کے روزے رکھنا“[1]

جو شخص حج کی طاقت رکھتا ہے جبکہ اس نے ابھی تک حج نہیں کیا‘ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جلد از جلد حج کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((تَعَجَّلُوْا إِلَى الْحَجِّ يَعْنِي الْفَرِيضَةَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي مَا يَعْرِضُ لَهُ))

”فریضہ حج کی ادائیگی میں جلدی کرو‘ تمھیں کیا علم کون سی رکاوٹ پیش آجائے۔“[2]

حج کی فضیلت کے بارے میں بھی بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ہم ان سب کو تو ذکر نہیں کر سکتے البتہ ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَإِنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَإِنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ))

”بلاشبہ اسلام پہلے کے سب گناہ ختم کر دیتا ہے۔ ہجرت بھی پہلے کے سب گناہ ختم کر دیتی ہے اور حج بھی پہلے کے سب گناہ ختم کر دیتا ہے۔“[3]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ حَجَّ هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))

”جو شخص بیت اللہ کا حج کرے اور دوران حج کوئی شہوانی بات یا گناہ نہ

---

① صحیح بخاری، حدیث:٨‘ صحیح مسلم، حدیث:١٦.

② مسند احمد:١/٣١٤.

③ صحیح مسلم، حدیث:١٢١.

کرے تو ایسے ہو کر لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔"[1]

نیز فرمایا:

((اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ))

"نیک و پاک (گناہوں سے بچ کر کیے جانے والے) حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔"[2]

جب کوئی مسلمان حج یا عمرے کے سفر کا ارادہ کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی وصیت تحریر کرے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معروف شرطوں کے ساتھ توبہ کرے اور وہ شرطیں یہ ہیں:

❶ گناہ سے رک جانا ❷ گزشتہ گناہوں پر نادم ہونا ❸ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا ❹ لوگوں کے حقوق ان کو واپس کرنا۔

حاجی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے حج اور عمرہ کے لیے حلال مال استعمال کرے۔ سفر میں نیک لوگوں کا ساتھی بنے۔ ارکان حج کا پورا علم حاصل کرے۔ کسی کو تکلیف دینے کا خیال بھی ذہن میں نہ لائے۔ شہوانی باتوں، گناہ، نافرمانی اور جھگڑے سے پرہیز کرے۔ عورت حج کو جانا چاہے تو ضروری ہے کہ وہ محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔

---

① صحیح بخاری، حدیث:۱۸۱۹، ۱۸۲۰، صحیح مسلم، حدیث:۱۳۵۰.

② صحیح بخاری، حدیث:۱۷۷۳، صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۴۹.

احرام کے لئے مواقیت

میقات دو قسم کے ہیں: ❶ زمانی ❷ مکانی

میقات زمانی: یکم شوال سے شروع ہو کر دس ذوالحجہ کی رات کے آخری حصہ تک باقی رہتا ہے۔

میقات مکانی پانچ ہیں:

❶ مدینہ والوں کے لیے: ذُوالحُلَیفَه

❷ شام والوں کے لیے: جُحفَه (آج کل اس کے قریب رَابِغ نامی مقام سے اِحرام باندھا جاتا ہے۔)

❸ نجد والوں کے لیے: قَرنُ المَنَازِل (یہ مقام آج کل السَّیل کہلاتا ہے۔)

❹ یمن والوں کے لیے: یَلَملَم

❺ عراق والوں کے لیے: ذَاتُ عِرق

واجبات احرام:

❶ میقات سے احرام باندھنا۔

❷ مردوں کے لیے سلے ہوئے کپڑوں سے اجتناب کرنا۔

جو ان میں سے کوئی واجب چھوڑ دے گا تو اسے جانور ذبح کرنا پڑے گا۔

احرام کی سنتیں:

❶ غسل کرنا اور خوشبو لگانا۔

❷ ایک تہبند اور اوپر والی چادر میں احرام باندھنا۔


احرام کے لئے میقاتیں
تبوک کی طرف
مدینہ منورہ
میقات ذوالحلیفہ
(آبیار علی)
میقات جحفہ
(براستہ رابغ)
پرانا ٹول
بحر احمر (ریڈ سی)
جدہ
مکہ مکرمہ
میقات ذات عرق
مدینہ کی طرف
میقات قرن منازل
(سیل کبیر)
طائف
غرابہ
میقات وادی محرم
تربہ کی طرف
لیث کی طرف
میقات یلملم
(سعدیہ)
1
2
3
4
5
6

3. احرام سے پہلے ناخن کاٹ لینا۔
4. احرام کی ابتدا "لَبَّیک" سے کرنا اور پھر بار بار "لَبَّیک" کہتے رہنا۔
5. نماز کے بعد احرام باندھنا۔

بچے کا حج: نابالغ پر حج فرض نہیں، لیکن اگر وہ حج کرے تو اسے اور اس کے والدین کو ثواب ملے گا البتہ بالغ ہونے کے بعد اسے پھر حج کرنا ہوگا۔ اگر بچہ سمجھ دار ہو تو اپنے سرپرست کی ہدایات کے تحت خود حج کی نیت کرے اور حج کے جو کام وہ خود کرسکتا ہے، کرے اور جو کام نہیں کرسکتا، مثلاً: جمروں کو کنکریاں مارنا وغیرہ، تو ایسے کام اس کا سرپرست اس کی طرف سے کرے۔ اور اگر وہ اس قدر سمجھ دار نہیں ہے تو اس کا سرپرست اس کی طرف سے نیت کرے اور تمام مقاماتِ حج پر اسے ساتھ لے جائے۔ جو کام بچہ کرسکتا ہے، اس سے کروائے اور جو کام وہ نہیں کرسکتا خواہ لڑکا ہو یا لڑکی وہ سرپرست خود کرے۔ اگر بچہ طواف وسعی سے عاجز ہو تو بچے کو اٹھا کر طواف وسعی کی جائے۔ افضل یہ ہے کہ اپنے اور بچے کی طرف سے مشترکہ طواف وسعی نہ کرے۔ بلکہ اپنا طواف اور سعی کرنے کے بعد علیحدہ بچے کی طرف سے کرے۔ بچے کے احرام کے احکام بھی بالغ کے احرام جیسے ہی ہیں۔

احرام میں ممنوع کام

احرام کے ممنوعات تین قسم کے ہیں:

❶ وہ چیزیں جو مرد وعورت دونوں کے لیے ممنوع ہیں، وہ یہ ہیں:

* بال کاٹنا یا اتارنا * ناخن کاٹنا * احرام کے بعد خوشبو لگانا * جماع اور جماع کے اسباب اپنانا، مثلاً: نکاح منعقد کرنا، شہوت کے ساتھ دیکھنا، بوسہ لینا وغیرہ * دستانے پہننا * شکار کرنا۔

❷ وہ چیزیں جو صرف مردوں پر حرام ہیں:

* سلے ہوئے کپڑے پہننا * سر ڈھانپنا

❸ جو صرف عورتوں پر حرام ہے اور وہ ایک ہی چیز ہے: نقاب پہننا۔ لیکن عورتوں کے لیے اجنبی مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

اگر کوئی شخص ان ممنوعات میں سے کوئی کام بلا عذر کرے تو اسے فدیہ دینا ہوگا اور وہ گناہ گار ہوگا۔ اگر کسی مجبوری سے کرے تو فدیہ دینا ہوگا مگر گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص کسی عذر کی بنا پر ان میں سے کوئی کام کر بیٹھے، مثلاً: ناواقفیت اور جہالت سے یا بھول کر کرلے یا اس سے زبردستی کروایا جائے، تو اس پر کوئی گناہ ہوگا نہ فدیہ۔

فدیہ کی مقدار: درج ذیل کام کرنے کی صورت میں فدیہ میں یا تو بکری ذبح کرے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا تین روزے رکھے۔ ان میں سے کوئی بھی صورت اختیار کرسکتا ہے ترتیب ضروری نہیں۔ وہ ممنوع کام یہ ہیں:

❶ شہوت سے ہاتھ یا منہ یا جسم کا کوئی حصہ لگانا ❷ سلے ہوئے کپڑے پہننا

❸ بال یا ناخن کاٹنا ❹ مردوں کے لیے سر ڈھانپنا ❺ عورت کا نقاب ڈالنا

❻ خوشبو لگانا ❼ دستانے پہننا۔

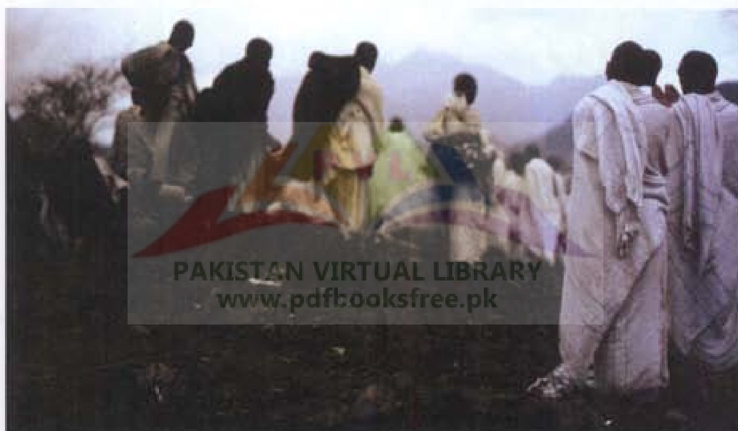
اگر واجبات حج میں سے کوئی واجب چھوڑ دے، مثلاً: ❋ جمرات کو کنکری مارنا ❋ مزدلفہ میں رات گزارنا ❋ منٰی میں رات گزارنا ❋ طواف وداع کرنا ❋ میقات سے احرام باندھنا وغیرہ، تو جانور ذبح کرنا لازم ہوگا۔ اگر جانور نہ ہو سکے تو دس دن کے روزے رکھنا ہوں گے۔ تین روزے حج کے دوران میں اور سات روزے گھر واپس آ کر۔ اگر کوئی شخص حج کے دوران میں تین روزے نہ رکھ سکے تو گھر آ کر سات روزوں کے ساتھ یہ تین روزے بھی رکھ لے۔

شکار کرنے کی سزا: اگر مُحرم کسی جانور کا شکار کرے اور اس جانور جیسا گھریلو جانور موجود ہو تو اسے تین چیزوں میں سے کوئی ایک کرنا ہوگی یا تو اس شکار جیسا گھریلو جانور ذبح کر کے اس کا تمام گوشت مکہ مکرمہ کے فقراء میں تقسیم کر دے یا اس گھریلو جانور کی قیمت سے غلہ خرید کر ہر مسکین کو نصف صاع کے حساب سے تقسیم کر دے یا ہر مسکین کے کھانے (یعنی نصف صاع) کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ اگر شکار جیسا کوئی گھریلو جانور موجود نہ ہو تو اسے دو چیزوں میں اختیار ہوگا یا تو اس شکار کی قیمت سے غلہ خرید کر مساکین میں اس طرح تقسیم کر دے کہ ہر مسکین کو نصف صاع مل جائے یا ہر مسکین کے کھانے (یعنی نصف صاع غلہ) کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

تَمَتُّع اور قِران کرنے والے پر قربانی: حج تَمَتُّع یا قِران کرنے والے کے لیے (کم از کم) ایک جانور کی قربانی کرنا واجب ہے۔ اگر اسے جانور نہ مل سکے تو دس روزے رکھے۔ تین روزے حج کے دوران میں اور سات روزے گھر واپس آ کر۔

مُحصَر کا فدیہ: اگر کوئی محرم (حاجی) راستے میں روک لیا جائے اور وہ بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے تو جانور ذبح کر کے احرام کھول دے۔ اگر جانور میسر نہ ہو تو وہ اسی طرح دس روزے رکھے جس طرح "تمتع" اور "قران" والا رکھتا ہے۔

جماع اور اسباب جماع کا فدیہ: جو شخص تحلّل اول یعنی کنکریاں مارنے سے پہلے جماع کر بیٹھے تو اس پر اونٹ ذبح کرنا واجب ہوگا۔ اونٹ نہ ہو تو دس روزے رکھے، تین حج کے دوران اور سات گھر واپس آ کر۔





حج کے ارکان اور واجبات

حج کے ارکان: صحیح مسلک کے مطابق حج کے ارکان چار ہیں:

❶ **احرام:** اس سے مراد حج میں داخل ہونے کی نیت کرنا ہے۔ جو شخص یہ نیت نہ کرے اس کا حج نہیں ہوتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى))

''اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا۔''[①]

❷ **عرفات میں وقوف:** نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَجُّ عَرَفَةُ)) ''حج عرفات میں ٹھہرنے کا نام ہے۔''[②]

❸ **طواف افاضہ:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾

''حجاج کو چاہیے کہ وہ اس قدیم گھر کا طواف کریں۔''[③]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔[④]

❹ **صفا و مروہ کی سعی:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِسْعَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيْكُمُ السَّعْيَ))

① صحیح بخاری، حدیث:۱، صحیح مسلم، حدیث: ۱۹۰۷.

② جامع ترمذی، حدیث:۸۸۹، سنن ابی داود، حدیث:۱۹۴۹. ③ سورة الحج:۲۹.

④ صحیح بخاری، حدیث:۱۷۵۷، صحیح مسلم، حدیث:۱۲۱۱.

''سعی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے سعی کرنا تم پر فرض قرار دیا ہے۔''①

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔②

حج کے واجبات:

◎ **میقات سے احرام باندھنا:** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواقیت مقرر فرمائے تھے تو فرمایا تھا:

((هُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ أَتَى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ أَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ))

''یہ میقات ان (مذکورہ) لوگوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو دوسرے علاقوں سے یہاں آئیں۔ اور حج وعمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں۔''③

◎ **عرفات میں غروب شمس تک ٹھہرنا:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں غروب تک ٹھہرے تھے۔④ لیکن یہ پابندی اس شخص کے لیے ہے جو دن کے وقت عرفات میں جائے۔

◎ **مزدلفہ میں رات گزارنا:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات وہاں گزاری تھی اور فرمایا تھا:

''میری امت مجھ سے حج کے احکام سیکھ لے۔ میں جانتا تو نہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ اس سال کے بعد میں لوگوں سے نہ مل سکوں''⑤

نیز آپ نے کمزور لوگوں (عورتوں' بچوں اور بوڑھوں) کو آدھی رات کے بعد منیٰ جانے کی اجازت دی تھی۔⑥ اس سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں رات گزارنا ضروری

---

① مسند احمد: ٦/٤٢١، مستدرك حاكم: ٤/٧٠.

② صحيح بخاری' حديث: ١٧٠٩ اور حديث: ٤٤٩٥، صحيح مسلم' حديث: ١٢٧٧.

③ صحيح بخاری' حديث: ١٥٢٤، صحيح مسلم' حديث: ١١٨١.

④ صحيح مسلم، حديث: ١٢١٨.

⑤ صحيح مسلم، حديث: ١٢٩٧، سنن ابن ماجه، حديث: ٣٠٢٣۔ یہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں۔

⑥ صحيح بخاری، حديث: ١٦٧٨، صحيح مسلم، حديث: ١٢٩٣.

ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں مشعر حرام کے پاس ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔[1]

◎ **ایام تشریق کی راتیں منٰی میں گزارنا:** نبی کریم ﷺ نے یہ راتیں منٰی میں گزاری تھیں اور آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے منصبِ سقایہ کی وجہ سے یہ راتیں مکہ میں رہنے کی اجازت دی تھی۔[2] اسی طرح آپ نے اونٹوں کے چرواہوں کو ان کی مجبوری کی وجہ سے منٰی سے باہر رہنے کی اجازت دی تھی۔[3]

◎ **جمرات کو باترتیب کنکریاں مارنا:** قربانی والے دن (10 ذوالحجہ کو) صرف جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا اور ایام تشریق میں (11، 12، 13 ذوالحجہ کو) تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے پہلے دن صرف جمرہ عقبہ کو رمی کی تھی اور ایام تشریق میں تینوں جمروں کو۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى﴾

''ان چند دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ پھر جو شخص دو دن (11، 12 ذوالحجہ) ٹھہر کر چلا جائے تو کوئی گناہ نہیں اور جو شخص تیسرے دن (13 ذوالحجہ کو) بھی وہاں رہے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ متقی ہو۔''[4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے۔[5]

---

① سورة البقرة:١٩٨.

② صحيح بخاری، حديث:١٧٤٥، صحيح مسلم، حديث:١٣١٥.

③ سنن ابی داود، حديث:١٩٧٥.

④ سورة البقرة:٢٠٣.

⑤ صحيح مسلم، حديث:١٢١٨.

◎ سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا: نبی کریم ﷺ نے یہ حکم ارشاد فرمایا:

"حاجی سر کے بال کٹوا کر حلال ہو جائے"۔①

سر کا منڈوانا افضل ہے کیونکہ آپ نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین دفعہ دعا کی تھی اور بال کٹوانے والوں کے لیے ایک دفعہ۔②

◎ طوافِ وداع: جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا تھا:

"تم میں سے کوئی شخص واپس نہ جائے جب تک وہ اپنا آخری وقت بیت اللہ کے پاس (طواف کی صورت میں) نہ گزار لے۔"③

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے: "لوگوں کو حکم ہے کہ وہ اپنا آخری وقت بیت اللہ کے پاس گزاریں (یعنی طواف وداع کریں) البتہ حیض کی حالت میں عورت کو (طوافِ وداع نہ کرنے کی) رخصت ہے۔④

جو شخص کوئی رکن چھوڑ دے اس کا تو حج ہی اس کے بغیر درست نہیں۔ البتہ جو شخص کوئی واجب چھوڑ دے تو اس کی کمی ایک جانور ذبح کرنے سے پوری ہو سکتی ہے۔ اور جو شخص کوئی سنت چھوڑ دے اس پر کوئی فدیہ نہیں۔⑤ واجب چھوڑنے سے جانور ذبح کرنے کے وجوب کی دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فتویٰ ہے کہ جو شخص واجباتِ حج میں سے کچھ بھول جائے یا چھوڑ بیٹھے تو اسے ایک جانور ذبح کرنا چاہیے۔⑥



① صحيح مسلم، حديث:١٢٢٧.

② صحيح بخاري، حديث:١٧٢٧، صحيح مسلم، حديث:١٣٠٢.

③ صحيح مسلم، حديث:١٣٢٧.

④ صحيح بخاري، حديث:١٧٥٥، صحيح مسلم، حديث:١٣٢٨.

⑤ منار السبيل، ص:٢٣١ ـ مطبوعه: المكتب الاسلامى.

⑥ موطأ امام مالك:٤١٩/١، ارواء الغليل:٢٩٩/٤.



عُمرہ کے ارکان اور واجبات

عمرہ کے ارکان تین ہیں:

❀ **احرام:** اس سے مراد عمرہ میں داخل ہونے کی نیت کرنا ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ))

''اعمال کا اعتبار نیت سے ہے۔''[1]

❀ **طواف اور ❀ سعی:** نبی کریم ﷺ نے طواف اور سعی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''تم میں سے جس شخص کے پاس قربانی کا جانور نہیں وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے۔''[2]

اور سعی کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''سعی کرو، اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض کی ہے۔''[3]

عمرہ کے واجبات دو ہیں:

❋ **حل (حدودِ حرم کے باہر) سے احرام باندھنا:** کیونکہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا۔[4] مواقیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی اس کی دلیل ہے۔[5]

---

① صحیح بخاری، حدیث:١، صحیح مسلم، حدیث:١٩٠٧.

② صحیح بخاری، حدیث:١٦٩١، صحیح مسلم، حدیث:١٢٢٧.

③ مسند احمد:٦/٤٢٢، مستدرك حاكم:٤/٧٠.

④ صحیح بخاری، حدیث:١٧٨٣، صحیح مسلم، حدیث:١٢١١.

⑤ صحیح بخاری، حدیث:١٥٢٤، صحیح مسلم، حدیث:١١٨١.

* **بال منڈوانا یا کٹوانا:** نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

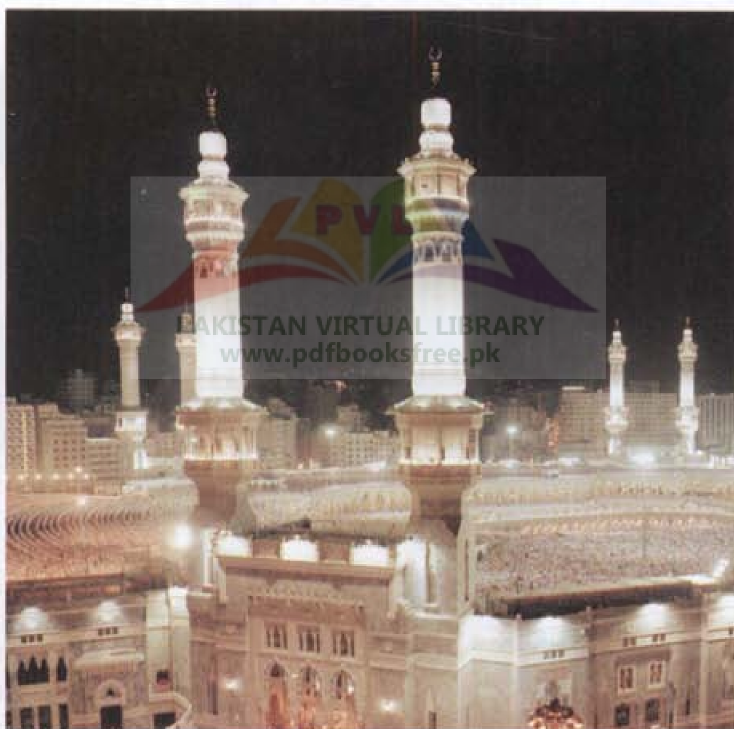
''(حج یا عمرہ کرنے والے کو) چاہیے کہ بال کٹوائے اور احرام کھول دے۔''[1]

جو شخص عمرہ کا کوئی رکن چھوڑ دے، اس کا عمرہ اس رکن کی ادائیگی کے بغیر درست نہ ہوگا۔ البتہ جو شخص کوئی واجب چھوڑ دے، اسے کمی پوری کرنے کے لیے جانور ذبح کرنا ہوگا۔ اور جو شخص حجامت سے پہلے دورانِ عمرہ جماع کر بیٹھے اسے فدیہ میں ایک اونٹنی یا ایک گائے یا ایک بکری ذبح کرنا ہوگی جبکہ افضل اونٹنی ذبح کرنا ہی ہے۔ اور اس کا



[1] صحیح بخاری، حدیث:۱۶۹۱، صحیح مسلم، حدیث:۱۲۲۷۔

عمرہ درست ہوگا۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ اس مفہوم میں موجود ہے۔ [1]
اور جو شخص عمرہ کے طواف سے پہلے جماع کرے اس کا عمرہ متفقہ طور پر فاسد ہو جائے گا۔
اور اگر طواف کے بعد صفا و مروہ کی سعی سے قبل جماع کر لے تو اس صورت میں بھی عمرہ فاسد ہو جائے گا۔ جمہور کا یہی موقف ہے۔ لیکن ان دونوں حالتوں میں وہ شخص اپنے فاسد عمرے کو جاری رکھے گا، جانور ذبح کرے گا اور قضا بھی دے گا۔ [2]



① سنن کبریٰ، بیہقی: ۱۷۲/۵.
② اضواء البیان: ۳۸۹/۵، الاستذکار، ابن عبد البر: ۲۹۰/۱۲.

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد حاجی کی ذمہ داریاں

جب حاجی مسجد حرام میں پہنچے تو اس کے لیے مسنون ہے کہ پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

"اللہ کے نام سے داخل ہوتا ہوں۔ ① رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی رحمت و سلامتی ہو۔ ② میں اللہ عظیم کے معزز چہرے اور ہمیشہ کی بادشاہت کی پناہ میں آتا ہوں مردود شیطان کے شر سے بچنے کے لیے۔ ③ اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔" ④

پھر جب کعبہ کے پاس پہنچے تو طواف شروع کرنے سے پہلے لَبَّیک کہنا بند کردے۔ بشرطیکہ احرام حج تمتع اور عمرے کا ہو۔ پھر حجر اسود کی طرف جائے، اس کی طرف منہ کرے اور دایاں ہاتھ لگائے اور بوسہ دے۔ اگر بوسہ دینا مشکل ہو تو صرف ہاتھ لگالے اور ہاتھ کو چوم لے۔ ہاتھ نہ لگا سکے تو کوئی اور چیز، مثلاً: چھڑی' لگائے اور اسے چوم لے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف ہاتھ یا کسی اور چیز سے اشارہ کرے اور ہاتھ یا اس چیز کو نہ چومے۔ ہاتھ لگاتے وقت اللہ اکبر بھی کہے۔ پھر سات چکر لگائے۔

---

① سنن ابن ماجه، حديث:٧٧١.
② جامع ترمذی، حديث:٣١٤.
③ سنن ابی داود، حديث:٤٦٦.
④ صحيح مسلم، حديث:٧١٣.



پہلے تین چکروں میں رمل[1] کرے۔ لیکن یہ رمل صرف طواف قدوم میں کیا جائے گا۔ باقی چار چکروں میں آرام سے چلے۔ ہر چکر حجر اسود سے شروع کرے اور حجر اسود پر ختم کرے۔ مستحب ہے کہ طواف قدوم میں شروع سے آخر تک اِضطِبَاع[2] کرے۔ کسی اور طواف میں اضطباع نہیں کیا جائے گا۔ اگر چکروں کی تعداد میں شک پڑ جائے تو یقینی چکروں کو شمار کرے اور شک والے کی جگہ اور کرے، مثلاً: شک ہو کہ پانچ چکر لگائے ہیں یا چھ؟ تو پانچ سمجھے۔ طواف کے بعد دو رکعت پڑھے مگر نماز کے دوران اپنے دونوں کندھے ڈھانپ لے کیونکہ اضطباع صرف طواف میں ہے۔ طواف کے وقت ہر قسم کی نجاست سے پاک اور با وضو ہونا چاہیے۔ حاجی کو چاہیے کہ دوران طواف کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے اور دعائیں کرتا رہے۔ طواف اور سعی کے دوران کوئی مخصوص ذکر وارد نہیں۔ بعض لوگوں نے ہر ہر چکر کے لیے الگ الگ دعائیں بنا رکھی ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ طواف کرنے والا جب بھی رکن یمانی کے پاس جائے تو دایاں ہاتھ لگائے اور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر کہے۔ رکن یمانی کو بوسہ دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر ہاتھ لگانا بھی مشکل ہو تو رہنے دے اور طواف جاری رکھے۔ اشارہ وغیرہ نہ کرے اور

---

① رَمَل، طواف کے دوران چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتے ہوئے تیز تیز چلنے کو کہتے ہیں۔
② اِضطِبَاع یہ ہے کہ دایاں کندھا ننگا کر کے کپڑے کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال لے۔

اس کے برابر آ کر اَللّٰهُ اَکْبَر بھی نہ کہے۔

رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا مستحب ہے:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی خیر عطا فرما اور آخرت میں بھی۔ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''[1]

جب بھی حجر اسود کے برابر جائے اسے چھوئے اور بوسہ دے، مشکل ہو تو اشارہ کرے اور اَللّٰهُ اَکْبَر کہے۔ اگر طواف چاہ زمزم کے اوپر سے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ مکمل مسجد طواف کی جگہ ہے۔ اگر مسجد کے برآمدوں میں طواف کرے تو یہ بھی درست ہے لیکن جتنا کعبہ سے قریب طواف کرے اتنا ہی افضل ہے۔ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کی آڑ میں دو رکعتیں پڑھے۔ اگر وہاں مشکل ہو تو مسجد میں کسی بھی جگہ دو رکعتیں پڑھ سکتا ہے۔ مسنون یہ ہے کہ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے۔ مستحب ہے کہ اس کے بعد زمزم کے پاس جا کر آب زمزم پیے بلکہ سر پر بھی ڈالے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے کیا تھا۔ پھر حجر اسود کی طرف جائے، اگر ممکن ہو تو ہاتھ لگائے اور بوسہ دے، کیونکہ آپ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔ پھر بابِ صفا سے نکل کر کوہِ صفا کی طرف جائے اور اس پر چڑھے یا اس کے قریب کھڑا ہو جائے۔ اگر آسانی سے ہو سکے تو چڑھنا افضل ہے۔ اور یہ آیت پڑھے:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ﴾

---

[1] مسند احمد: ۱۱/۳، صحیح ابن خزیمہ، حدیث: ۲۷۲۱، سنن ابی داود، حدیث: ۱۸۹۲۔

”صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لئے بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے والے پر ان کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں اپنی خوشی سے بھلائی کرنے والوں کا اللہ قدر دان ہے اور انہیں خوب جاننے والا ہے۔“ ①

مستحب ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا وتکبیر بیان کرے اور کہے:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ))

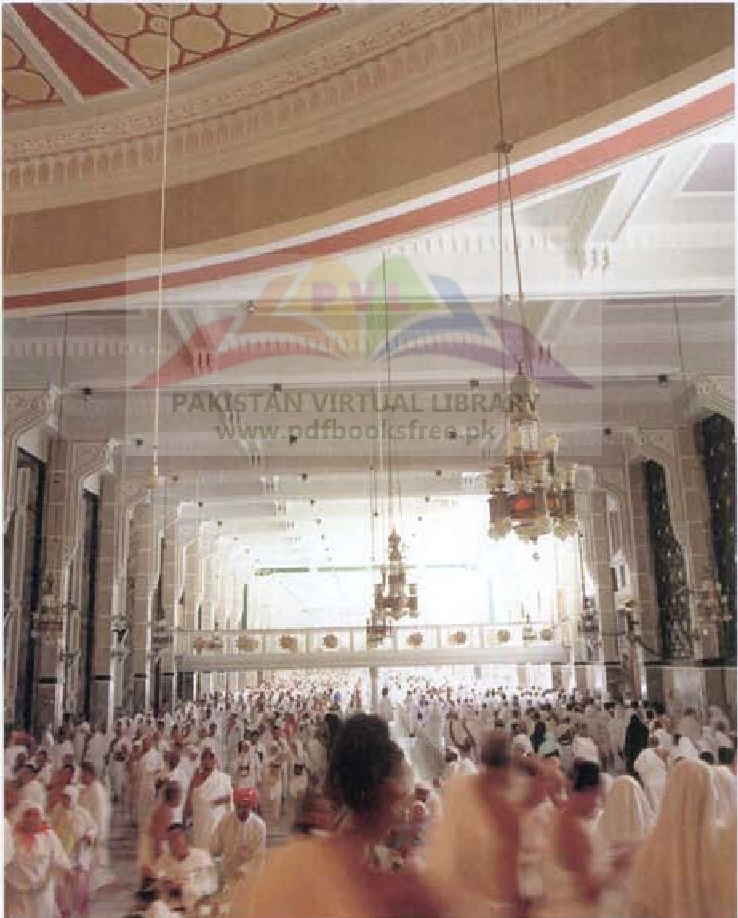
”اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور ہر قسم کی تعریف بھی اسی کے لیے ہے، وہ زندگی اور موت کا مالک ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد کی اور اکیلے نے سب لشکروں کو شکست دی۔“ ②

پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔ یہ ذکر اور دعا تین دفعہ کرے۔ پھر اتر کر مَرْوَہ کی طرف چلے حتیٰ کہ پہلے سبز نشان تک پہنچے تو قدرے تیز چلنا شروع کر دے یہاں تک کہ دوسرے سبز نشان تک پہنچ جائے۔ پھر آہستہ چلنے لگے، البتہ عورت کہیں بھی تیز نہیں چلے گی۔ پھر مروہ پر چڑھے اور اس کے پاس ٹھہرے۔ اگر آسانی سے ہو سکے تو چڑھنا افضل ہے۔ پھر مروہ پر بھی وہی کچھ کرے اور کہے جو صفا پر کیا اور کہا تھا۔ پھر اترے اور صفا کی طرف چلے۔ سبز نشانوں کے درمیان تیز چلے اور باقی جگہوں پر آہستہ۔ صفا سے مروہ تک جانا ایک چکر ہے اور مروہ سے صفا کو آنا دوسرا چکر ہے اس طرح سات چکر پورے

① سورۃ البقرۃ:۱۵۸.

② صحیح مسلم، حدیث:۱۲۱۸، سنن ابی داود، حدیث:۱۹۰۵.

کرے، تکمیل مروہ پر ہوگی۔ سعی کے دوران مستحب ہے کہ کثرت سے ذکر اور دعا کرے اور ہر قسم کی نجاست سے پاک اور باوضو ہو۔ البتہ اگر بلاوضو سعی کرے تو گزارا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر طواف کرنے کے بعد عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو وہ اسی حالت میں سعی کر سکتی ہے کیونکہ سعی کے لیے طہارت شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔



جب سعی مکمل کرلے تو سر منڈوادے یا بال کٹوادے۔ مرد کے لیے منڈوانا افضل ہے۔ اگر کچھ بال کٹوالے اور باقی حج کے لیے چھوڑ دے تب بھی اچھی بات ہے۔ اگر وہ حج کے دنوں سے قریب مکہ مکرمہ آیا ہو تو اس کے لیے منڈوانے کی بجائے بال کٹوانا ہی افضل ہے تاکہ حج کے موقع پر منڈوا سکے۔ البتہ بال کٹواتے وقت سارے سر سے بال کٹوائے، نہ کہ کچھ حصوں سے۔ جیسے کہ سارا سر مونڈا جاتا ہے نہ کہ کچھ حصے۔

جب کوئی محرم اتنا کچھ کرلے تو اس کا عمرہ مکمل ہو گیا اب اس کے لیے ہر وہ کام حلال ہے جو احرام کی وجہ سے ممنوع تھا۔ البتہ اگر وہ اپنے ساتھ راستے سے یا گھر سے قربانی کا جانور لے کر آیا ہو تو پھر وہ حجامت نہیں کروائے گا بلکہ اس کا احرام برقرار رہے گا، حتیٰ کہ وہ حج سے فارغ ہو کر قربانی ذبح کرے۔

اگر کسی شخص نے صرف حج کا احرام باندھا ہو یا حج وعمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا ہو تو وہ اسے عمرہ میں تبدیل کرسکتا ہے۔ پھر وہ اسی طرح کرے۔ جس طرح تمتع کرنے والا کرتا ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہی حکم دیا تھا اور فرمایا تھا:

((لَوْلَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ))

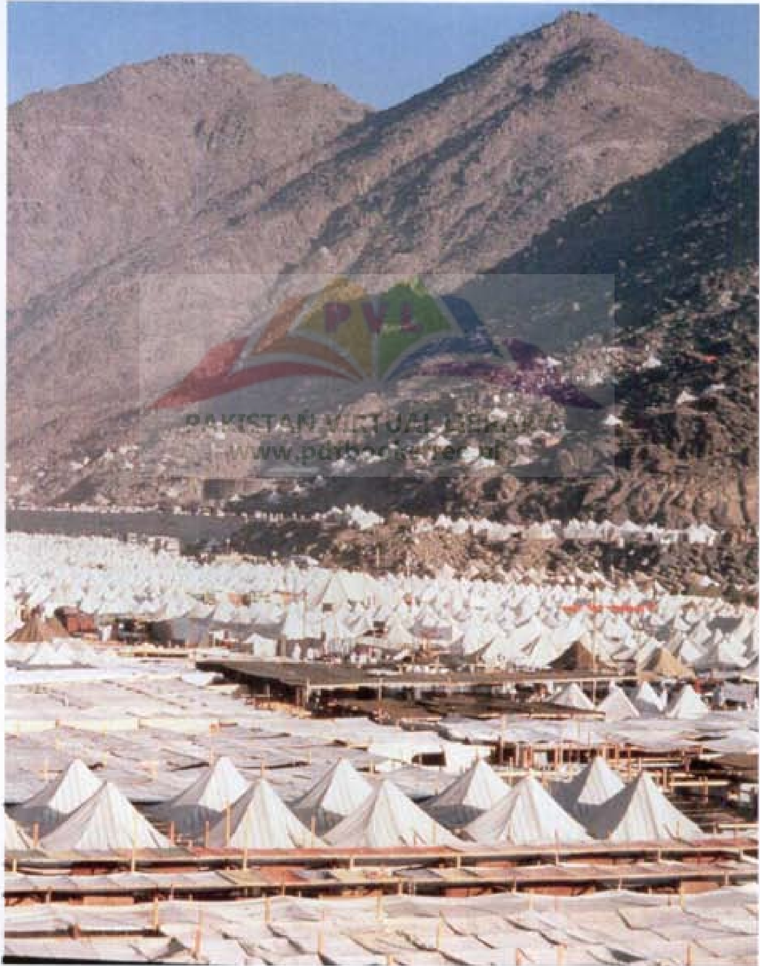
''اگر میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا ہوتا تو میں بھی عمرہ کرکے احرام کھول دیتا۔''[1]

اگر عمرے کا احرام باندھنے کے بعد عورت کو حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو وہ پاک ہونے تک عمرہ نہیں کرسکتی۔ جب پاک ہو تو پھر طواف اور سعی کرے اور اپنے سر کے چند بال کٹوادے۔ اس کا عمرہ مکمل ہو جائے گا اور اگر وہ یوم ترویہ (8 ذوالحجہ) تک پاک نہ

---

① صحیح بخاری، حدیث: ١٥٥٨.

ہوتو وہ اسی طرح جہاں ہے، وہیں سے حج کا احرام باندھ لے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ منیٰ کو چلی جائے۔ اس کا یہ حج قران بن جائے گا اور جو کچھ عام حاجی کریں وہ بھی کرتی رہے، مثلاً: عرفہ میں وقوف کرے۔ مزدلفہ جائے اور وقوف کرے۔ جمرات کو کنکریاں مارے۔ منی میں راتیں گزارے۔ قربانی کرے۔ بال کٹوائے۔ پھر جب پاک ہوجائے تو



طواف اور سعی کرے۔ اس کے لیے ایک طواف اور ایک سعی اس کے حج و عمرہ دونوں کے لیے کافی ہوگی۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ جب انھیں عمرے کا احرام باندھنے کے بعد حیض آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا:

((اِفْعَلِيْ كَمَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ))

''جیسا حاجی کریں تو بھی کرتی رہ، البتہ حیض ختم ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔'' ①

جب حیض و نفاس والی عورت قربانی والے دن جمرہ عقبہ کو کنکریاں مار چکے اور حکم شرعی کے مطابق اپنے بال کٹوا چکے تو اس کے لیے بھی ہر وہ چیز حلال ہو جائے گی جو احرام کی وجہ سے اس کے لیے ممنوع تھی' البتہ خاوند اس کے لیے حرام رہے گا جب تک وہ اپنا حج مکمل نہ کر لے۔ جب پاک ہونے کے بعد وہ طواف و سعی کر لے گی تو اس کا خاوند بھی اس کے لیے حلال ہو جائے گا۔



① صحیح بخاری، حدیث: ١٦٥٠، صحیح مسلم، حدیث: ١٢١١.

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا

جمہور کے نزدیک سعی، حج کا رکن ہے جس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔ سعی کی شرطیں یہ ہیں:

❶ نیت۔

❷ صحیح طواف کے بعد ہو۔

❸ ابتدا صفا سے ہو اور انتہا مروہ پر۔

❹ چکر پورے سات ہوں۔

❺ سعی اسی جگہ میں ہو جو سعی کے لیے مشہور ہے۔

سعی کی سنتیں یہ ہیں:

❶ سعی طواف سے متصل ہونی چاہیے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو تو تاخیر بھی ہو سکتی ہے۔

❷ صفا اور مروہ پر چڑھنا اور وہاں ذکر اور دعا کرنا۔

❸ دو سبز نشانوں کے درمیان اپنی طاقت کے مطابق تیز چلنا اور باقی جگہ میں طبعی رفتار سے چلنا۔ البتہ یہ تیز چلنا مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے نہیں۔

مِنٰی کو جانا

8 ذوالحجہ (جسے یوم ترویہ کہا جاتا ہے) کو ان لوگوں کے لیے جو حج کی نیت سے مکہ مکرمہ آئے ہوئے ہوں یا مکہ کے جو رہائشی حج کا ارادہ رکھتے ہوں، مستحب ہے کہ وہ اپنے گھروں یا قیام گاہوں سے احرام باندھ کر منٰی کی طرف چلیں۔ احرام باندھتے وقت غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ زوال سے پہلے ورنہ زوال کے بعد وہ منٰی کو چلیں۔ راستے میں اور منٰی میں کثرت سے لَبَّیک کہتے رہیں اور منٰی میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں ادا کریں۔ ان میں سے جو نماز چار رکعت والی ہے اس میں قصر کریں یعنی دوگانہ پڑھیں۔ یہ حکم مکہ والوں کے لیے بھی اسی طرح ہے جس طرح دور سے آنے والے حاجیوں کے لیے ہے۔



عرفات کو جانا

اگلے دن یعنی 9 ذوالحجہ (جسے یوم عرفہ کہا جاتا ہے) کو سورج طلوع ہونے کے بعد حاجی لوگ منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوں۔ مسنون یہ ہے کہ وہ زوال تک وادیٔ نمرہ میں رہیں، اگر بسہولت ہو سکے۔ پھر وہ ظہر وعصر کی نمازیں دوگانہ اور اکٹھی ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں۔

امام کے لیے مسنون ہے کہ وہ نمازوں سے پہلے خطبہ بھی دے۔ جس میں حاجیوں کو حج کے مسائل بتلائے۔ اللہ سے ڈرنے کی تلقین کرے اور کتاب وسنت پر مضبوطی سے قائم رہنے کی نصیحت کرے۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حجاج کرام عرفہ میں وقوف کریں۔ وادیٔ عُرَنہ کے سوا سارے عرفات میں کسی بھی جگہ وقوف کیا جاسکتا ہے۔ مستحب یہ ہے کہ وقوف کے وقت منہ کعبہ اور جبل رحمت دونوں کی طرف ہو۔ اگر بیک وقت دونوں کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہو تو صرف قبلہ کی طرف منہ کر لے۔ اس مقام میں حاجی کے لیے مستحب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، دعا اور اظہار عجز میں خوب کوشش کرے اور مسنون ہے کہ یہ دعا کثرت سے پڑھے:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ))

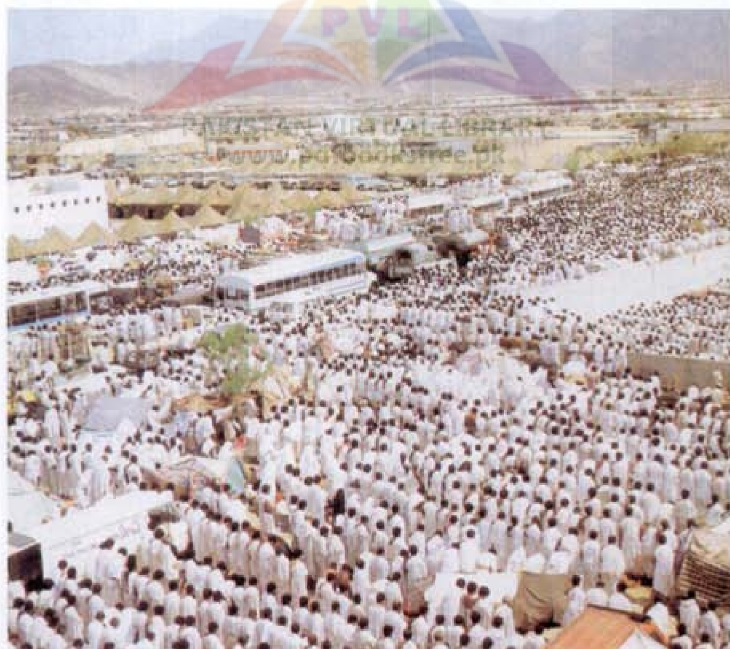
”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہی ہے اور حمد بھی اسی کے لائق ہے، وہ زندگی اور موت کا مالک ہے

اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" ①

بہت سی اور منقول دعائیں بھی ہیں جو اذکار کی کتابوں سے مل سکتی ہیں۔

عرفہ میں وقوف کا مطلب: وقوف عرفات کا مطلب یہ ہے کہ حاجی خالصتاً وقوف کی نیت سے عرفات میں ٹھہرے اگرچہ ایک سیکنڈ کے لیے ہو۔ خواہ وہ کھڑا ہو یا بیٹھا یا لیٹا ہوا اور خواہ اسے علم ہو کہ یہ عرفات ہے یا علم نہ ہو۔ البتہ یہ وقوف 9 ذوالحجہ کے سورج کے زوال سے لے کر 10 ذوالحجہ کی رات صبح طلوع ہونے تک کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔

وقوف عرفہ کا حکم: اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ وقوف حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوگا۔ جس حاجی سے عرفات کا وقوف رہ جائے، اس کا حج عمرہ میں بدل جائے گا اور اسے حج کے باقی کام کرنے، مثلاً: مزدلفہ جانے اور رات گزارنے، منیٰ جانے، کنکریاں مارنے



① جامع ترمذی، حدیث: ۳۵۸۵.

وغیرہ' کی ضرورت نہیں بلکہ وہ طواف اور سعی کر کے حجامت بنوالے اور احرام کھول دے۔ البتہ اسے اس حج کی قضا دینا پڑے گی خواہ اس کا یہ حج نفل ہی ہو۔ نیز اسے ایک جانور بھی ذبح کرنا ہوگا خواہ بکری ہی ہو۔ اگر جانور میسر نہ ہو سکے تو پھر دس روزے رکھنا ہوں گے' تین حج کے دنوں میں اور سات واپس گھر آ کر۔ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

وقوف عرفہ کی شرطیں: وقوف عرفہ کی چند شرطیں ہیں جن میں سے کچھ کا تعلق جگہ، بعض کا وقت اور بعض کا تعلق حاجی کے ساتھ ہے۔

1۔ جگہ: جگہ کے سلسلہ میں علماء کا اجماع ہے کہ عرفات تمام کا تمام وقوف کی جگہ ہے۔ اب عرفات کی حد بندی نشانات اور کتبوں کے ذریعے واضح کر دی گئی ہے۔ اس حد بندی کے اندر جس جگہ بھی وقوف کیا جائے' صحیح ہوگا۔ اور وادیٔ عُرنہ چونکہ عرفات کا حصہ نہیں ہے اس لیے اس میں وقوف درست نہیں۔

2۔ وقت: البتہ وقت وقوف کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ یہ یوم عرفہ (9 ذوالحجہ) کو زوال سے شروع ہو کر 10 ذوالحجہ کی رات طلوع فجر سے پہلے تک رہتا ہے۔ مگر جو شخص دن کے وقت وقوف کرے گا' اسے غروب شمس تک یہیں رکنا ہوگا لیکن جو رات کو وقوف کے لیے آئے تو اسے صرف ایک لحہ کا وقوف بھی کفایت کر جائے گا کیونکہ اس کے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے:

> ''حج عرفہ (میں وقوف کرنا) ہے جس نے مزدلفہ کی رات طلوع فجر سے پہلے پہلے وقوف کر لیا، اس نے حج پا لیا۔''①



① سنن نسائی، حدیث: ۱۹ الملخص الفقهي، ڈاکٹر صالح الفوزان: ۱/ ۳۰۳، ۳۰۴

مزدلفہ کی طرف جانا اور وہاں رات گزارنا

جب عرفہ کے دن کا سورج غروب ہو جائے تو حاجی لوگ سکون اور وقار کے ساتھ مزدلفہ کی طرف چل پڑیں۔ راستے میں کثرت کے ساتھ لبیک کہتے رہیں۔ کھلی جگہ میں تیز چلیں جیسے نبی کریم ﷺ نے کیا تھا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے چلنا جائز نہیں۔ جب مزدلفہ پہنچ جائیں تو وہاں مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات اکٹھی ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھیں، خواہ وہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز کے وقت کے اندر اندر ہی پہنچ جائیں، یا عشاء کے وقت میں۔

بعض لوگ مزدلفہ پہنچتے ہی نماز پڑھنے سے پہلے کنکریاں اکٹھی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تو اپنے لیے کنکریاں اٹھانے کا حکم مشعرِ حرام سے واپسی کے بعد دیا تھا۔ حاجی لوگ یہ رات مزدلفہ ہی میں گزاریں البتہ کمزور عورتیں اور بچے وغیرہ رات کے آخری حصے میں بھی منیٰ جا سکتے ہیں۔ دوسرے حاجیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ رات وہیں ٹھہریں حتیٰ کہ صبح کی نماز وہیں پڑھیں اور پھر مشعرِ حرام کے قریب قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوں، کثرت سے ذکر اور دعا کریں حتیٰ کہ خوب روشنی پھیل جائے، پھر منیٰ کو چلیں۔ مزدلفہ میں جس جگہ بھی وقوف ہو جائے درست ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ مشعرِ حرام کے قریب ہی ہوں یا اس پر چڑھیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

((وَقَفْتُ هٰهُنَا وَالْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ))

''میں نے مشعر حرام پر وقوف کیا ہے لیکن سارے کا سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔''①

جب خوب روشنی ہو جائے تو سورج طلوع ہونے سے پہلے منٰی کو چل پڑیں۔ راستے میں کثرت سے لبیک کہیں۔ جب وادی مُحَسِّر میں پہنچیں تو مستحب ہے کہ کچھ تیز ہو کر اس سے جلدی نکل جائیں۔

کیا مزدلفہ میں رات گزارنے کا حکم کسی سے ساقط ہو سکتا ہے؟: ہاں! بعض لوگوں سے یہ حکم ساقط ہو سکتا ہے۔ مثلاً: وہ شخص جو عرفات میں بروقت نہ پہنچ سکا، گاڑی خراب ہو گئی یا جہاز لیٹ ہو گیا وغیرہ' اس بنا پر وہ فجر طلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے عرفات میں پہنچا تو ظاہر ہے یہ شخص مزدلفہ میں قیام نہیں کر سکے گا۔ اسی طرح کسی شخص کو اس رات کوئی بیماری لاحق ہو گئی وہ علاج کے لیے گیا مگر رات میں واپس نہ آ سکا۔ اس قسم کے معذور لوگ مزدلفہ میں رات گزارنے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

مزدلفہ میں رات گزارنے کا حکم: مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے۔ جو نہ ٹھہرے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانور ذبح کرے تا کہ یہ کمی پوری ہو سکے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی عذر کی وجہ سے مزدلفہ میں رات نہ گزار سکے تو اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا اور اس کا حج صحیح ہوگا۔ اور جو شخص بلا عذر رات نہ رہے اسے جانور ذبح کرنا ہوگا۔

---

① مسلم حدیث: ۱۲۱۸، صحیح ابن خزیمہ، حدیث: ۲۸۵۷.

مزدلفہ سے مِنٰی کو واپسی

جب خوب روشنی پھیل جائے تو حاجی لوگ مزدلفہ سے سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی مِنٰی کو چل پڑیں۔ اور چلتے ہوئے لبّیک کثرت سے کہیں۔ جب وادی مُحسّر میں پہنچیں تو تیزی سے گزر جائیں۔ جب مِنٰی پہنچ جائیں تو جمرہ عقبہ کے پاس پہنچ کر لبیک کہنا بند کر دیں۔ پھر وہاں پہنچتے ہی مسلسل سات کنکریاں اس کو ماریں۔ ہر کنکری پھینکتے وقت ہاتھ اٹھائیں اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہیں۔

مستحب یہ ہے کہ وادی کی نشیبی جانب سے رمی کریں۔ یعنی کعبہ بائیں جانب ہو اور مِنٰی دائیں جانب، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔ اگر دوسری اطراف سے رمی کر لیں پھر بھی درست ہے بشرطیکہ کنکری رمی کی جگہ میں گرے۔ کنکری چنے کے دانے سے تھوڑی سی بڑی ہو۔ پھر رمی کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرے پھر سر منڈا دے یا بال کٹوا دے۔ لیکن منڈوانا افضل ہے۔





تحلّل اوّل: جمرہ عقبہ کی رمی اور حجامت کے بعد محرم کے لیے وہ تمام چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو احرام کی بنا پر اس کے لیے حرام ہوئی تھیں، البتہ عورت حلال نہیں۔ اس کو تحلّل اوّل کہتے ہیں۔

طواف افاضہ: تحلّل اوّل کے بعد جو طواف کیا جاتا ہے اسے طواف افاضہ یا طواف زیارت کہا جاتا ہے اور یہ حج کا رکن ہے۔ اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا۔

تمتع کرنے والے کے لیے سعی: طواف افاضہ اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت پڑھنے کے بعد اگر حاجی حجِ تمتع کر رہا ہے تو صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کر لے۔ یہ سعی حج کی ہو گی اور پہلی سعی عمرہ کی شمار ہو گی۔

تمتع اور قران کرنے والے کے لیے قربانی واجب ہے

وہ گھریلو جانور جسے حج یا عمرہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کرتا ہے، اُسے "ھدیٰ" کہا جاتا ہے خواہ وہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری۔ اگر حاجی حجِ تمتع یا حجِ قران کر رہا ہو اور وہ مسجد حرام کے پاس رہنے والا نہ ہو تو اسے جانور ذبح کرنا ضروری ہے خواہ بکری ہو یا اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حلال مال سے حاصل کیا گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ خود پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے۔

اگر حج تمتع یا حج قران کرنے والا حاجی قربانی ذبح نہ کر سکتا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ تین روزے دورانِ حج رکھے اور سات روزے گھر واپس جا کر۔ دورانِ حج کے تین روزوں میں اسے اختیار ہے چاہے یوم نحر (10 ذوالحجہ) سے پہلے رکھے یا ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) میں رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾

"جو شخص حج سے پہلے عمرہ کرنے کا فائدہ اٹھائے تو وہ جانور ذبح کرے جو اسے میسر ہو۔ جسے جانور نہ ملے وہ حج کے دوران تین روزے رکھے اور گھر واپس آ کر سات روزے رکھے۔ یہ مکمل دس ہو گئے۔ یہ حکم اس شخص

کے لیے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں۔''①

صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

''ایام تشریق کے روزے رکھنے کی کسی کو اجازت نہیں، البتہ جسے قربانی کا جانور نہ ملے وہ ان دنوں کے روزے رکھ سکتا ہے۔''②

یہ اگرچہ دو صحابہ رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے مگر حکماً مرفوع روایت کی طرح ہی ہے۔ افضل یہی ہے کہ ایسا حاجی یہ تین روزے یوم عرفہ سے پہلے رکھ لے۔ تاکہ عرفہ کے دن اس کا روزہ نہ ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن روزے کے بغیر وقوف کیا تھا۔ اسی طرح آپ نے عرفات میں عرفہ کے دن کے روزے سے منع بھی فرمایا ہے۔ یہ تین روزے مسلسل بھی رکھے جاسکتے ہیں اور ناغے کے ساتھ بھی۔ اسی طرح بقیہ سات روزے بھی مسلسل اور ناغے کے ساتھ دونوں طرح رکھے جاسکتے ہیں اور افضل یہ ہے کہ یہ سات روزے اپنے گھر آ کر رکھے جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ﴾

''اور سات روزے جب گھر واپس آؤ۔''③

قربانی کے جانور کی شرطیں: قربانی کے جانور کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

❶ وہ گھریلو حلال جانور ہو۔ افضلیت کے لحاظ سے ان کی ترتیب یہ ہے: اونٹ، گائے اور بھیڑ بکری وغیرہ۔ اونٹ اور گائے سات بکریوں کے قائم مقام ہیں۔

❷ قربانی کا جانور صحیح سلامت ہو اور ان عیوب سے محفوظ ہو جن کی موجودگی میں قربانی معتبر نہیں۔ لہٰذا ایسا مریض جانور جس کی بیماری صاف نظر آ رہی ہو یا ایسا کانا جانور

---

① سورة البقرة:١٩٦.

② صحيح بخاری، حديث:١٩٩٧، ١٩٩٨.

③ سورة البقرة:١٩٦.

جس کا کانا پن واضح ہو یا ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن صاف نظر آ رہا ہو' قربانی میں کفایت نہیں کرے گا۔

❸ مشہور قول یہ ہے کہ قربانی کے جانور، اونٹ پانچ سال میں' گائے دو سال میں' بکرا اور بھیڑ سوا سال یا اس کے قریب کی مدت میں "مُسِنَّہ" (دو دانتا) ہو جاتے ہیں اور یہی ان کی شرط ہے' البتہ بھیڑ کی قسم میں یہ رعایت ہے کہ وہ ایک سال کی بھی قابل قبول ہو گی۔ [1]



① فتح الباری: ۷/۱۰، کتاب المجموع: ۳۶۵/۸.

قربانی کے دن حج کے کاموں کی ترتیب

قربانی کے دن حج کے کاموں کی یہ ترتیب افضل ہے:

1. سب سے پہلے جمرۂ عقبہ کو کنکریاں ماری جائیں۔
2. پھر قربانی کی جائے۔
3. پھر (سر کے) بال منڈوائے یا کٹوائے جائیں۔
4. پھر بیت اللہ کا طواف کیا جائے۔
5. اگر حاجی متمتع ہو تو وہ طواف کے بعد سعی بھی کرے، اسی طرح صرف حج کرنے والا اور قران کرنے والا بھی سعی کرے اگر اس نے طواف قدوم کے ساتھ سعی نہ کی ہو۔

اس ترتیب کی پابندی افضل ہے، لیکن اگر یہ کام آگے پیچھے بھی ہو جائیں تو گزارا ہو جائے گا کیونکہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے رخصت ثابت ہے حتی کہ اگر طواف سے پہلے سعی ہو جائے تب بھی خیر ہے کیونکہ یہ صحیح روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے طواف سے پہلے سعی کر لی تھی، آپ نے فرمایا:

﴿اِفْعَلْ وَلَاحَرَجَ﴾

''چلو! اب طواف کر لو، کوئی حرج نہیں۔''[1]

---

[1] اس موضوع پر شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی کتاب الحج و العمرة اور فقہ کی دو کتابوں بدایة المجتهد اور الفقه علی المذاهب الاربعة میں تفصیلی بحث موجود ہے۔

تحلّل اکبر

ہم پیچھے بتا چکے ہیں کہ جمرۂ عقبہ کی رمی اور بال منڈوانے یا کٹوانے کے بعد حاجی کے لیے عورتوں کے سوا ہر چیز حلال ہو جاتی ہے۔ اس کو تحلّل اوّل یا ''تحلّل اصغر'' کہا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ ان کاموں (یعنی رمی اور حجامت) کے بعد طوافِ اِفاضہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کر لے تو اس کے لیے عورت سمیت ہر وہ چیز حلال ہو جائے گی جو احرام کی وجہ سے حرام تھی۔ اسے تحلّل ثانی یا ''تحلّل اکبر'' کہا جاتا ہے۔

حلال ہونے کے بعد حاجی کے لیے مستحب ہے کہ وہ آبِ زمزم پیے اور پیٹ بھر کر پیے، پھر اپنے لیے نفع بخش دعائیں کرے۔① امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جب زمزم کا پانی پینے لگتے تو قبلہ رخ ہو کر کہتے: یا اللہ! تیرے نبی ﷺ نے فرمایا: ''زمزم کا پانی جس کسی مقصد کے لیے پیا جائے' پورا ہو جاتا ہے'' تو میں اسے روزِ قیامت کی پیاس سے بچنے کے لیے پی رہا ہوں۔②

① شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی کتاب "الحج والعمرة، ص:٤٧.

② شعب الایمان، بیهقی، حدیث:٤١٢٨، ازالة الدهش والوله عن المتحیر فی صحة حدیث:"ماء زمزم لما شرب له" محمد بن ادریس القادری :١٦٢.

مِنیٰ کو واپسی

طواف اِفاضہ اور سعی کی ادائیگی کے بعد حاجی مِنیٰ کو واپس آ جائے اور وہاں تین دن رات ٹھہرے اور ہر روز تینوں جمروں کو کنکریاں سورج ڈھلنے کے بعد مارے۔

رمی میں ترتیب ضروری ہے یعنی پہلے جمرۂ اولیٰ کو کنکریاں مارے جو مسجد خیف کے قریب ہے، پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو۔ ایام تشریق میں سے پہلے دو دن (11، 12 ذوالحجہ کو) رمی کرنا واجب ہے۔ اسی طرح ان دو دنوں کی راتیں بھی مِنیٰ میں گزارنا واجب ہے۔ ان دو دنوں کی رمی کے بعد جو شخص مِنیٰ سے جانا چاہے چلا جائے۔ جو شخص تیسری رات بھی ٹھہرا رہے اور تیسرے دن بھی تینوں جمروں کو کنکریاں مارے تو یہ افضل ہے اور اسے زیادہ ثواب ملے گا۔

رمی کا وقت: جمرۂ عقبہ کی رمی 10 ذوالحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے اور غروب تک جاری رہتی ہے۔ لیکن ایام تشریق (11، 12، 13 ذوالحجہ) میں رمی کا وقت سورج ڈھلنے سے لے کر سورج غروب ہونے تک جاری رہتا ہے۔ بعض علماء نے جن میں علامہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں، رات کے وقت رمی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

جو شخص خود رمی نہ کر سکتا ہو وہ کسی دوسرے کو رمی کے لیے کہہ سکتا ہے بشرطیکہ وہ دوسرا شخص اسی سال حج کر رہا ہو۔ نیز پہلے وہ اپنی طرف سے رمی کرے پھر اس کی طرف سے، جس نے اس کو رمی کرنے کے لیے وکیل بنایا ہے۔

جمروں کی رمی کی شرائط: جمروں کی رمی کے صحیح ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں:



1. ہر جمرہ کے لیے الگ الگ سات کنکریاں ہوں۔
2. ساتوں کنکریوں کو الگ الگ پھینکا جائے، اگر اس نے سب کی سب اکٹھی پھینک دیں یا دو یا تین اکٹھی پھینک دیں تو ایک دفعہ اکٹھی پھینکی جانے والی کنکریاں ایک کنکری شمار ہوں گی۔

3. کنکریاں ہاتھ سے پھینکی جائیں بشرطیکہ اس کی طاقت ہو۔
4. کنکریاں پھینکی جائیں نہ کہ کوئی اور چیز، مثلاً: جوتا' کچی مٹی کے ڈھیلے' لوہا وغیرہ کفایت نہیں کریں گے۔
5. کنکری پھینکتے وقت نیت رمی والی جگہ میں کنکری پھینکنے کی ہو۔ اگر نیت کسی اور جگہ پھینکنے کی تھی لیکن اتفاقاً وہ رمی والی جگہ میں آ گری تو وہ معتبر نہ ہوگی۔
6. یقین ہو کہ کنکری رمی والی جگہ میں لگی ہے خواہ لگنے کے بعد کسی اور جگہ جا گرے۔
7. جمرات میں ترتیب ضروری ہے یعنی پہلے چھوٹے جمرہ (جو مسجد خیف کی طرف ہے) کو رمی کرے پھر درمیانے جمرہ کو اور پھر بڑے جمرہ کو، جسے جمرۂ عقبہ کہا جاتا ہے۔ (جو مکہ مکرمہ کی طرف ہے۔)

مکہ مکرمہ کے بعض خیراتی ادارے اور جامعات

رابطہ عالم اِسلامی: رابطہ عالم اِسلامی ایک خالص اِسلامی تنظیم ہے جس کا کسی بھی حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ایک خودمختار ادارہ ہے جس کا مقصد عالم اسلام میں کام کرنے والی قوتوں کو اکٹھا کر کے ان نظریات کا مقابلہ کرنا ہے جو اِسلامی عقیدہ اور مسلمان ممالک کے خلاف مصروفِ عمل ہیں۔ یہ تنظیم کسی ملک کے داخلی معاملات میں دخل نہیں دیتی۔ اِس کی بنیاد 1381ھ بمطابق 1962ء میں پہلی اِسلامی کانفرنس کے بعد مکہ مکرمہ میں رکھی گئی۔ اِس کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

1. اِسلامی ممالک میں شریعت اِسلامیہ کے نفاذ کی کوشش کرنا۔
2. حج کے اجتماع سے اِسلامی تعلیمات کی یاددہانی کا فائدہ اُٹھانا۔
3. تمام عالم اسلام میں اسلامی دعوت کی نشرواشاعت کا کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔
4. تمام عالمِ اِسلام میں اِسلامی مراکز اور مدارس قائم کر کے اِسلامی تعلیم کو فروغ دینا۔
5. قرآن کی زبان (عربی) کی نشرواشاعت کے لیے کوشش کرنا۔

ان کے علاوہ بھی کئی مقاصد ہیں۔

رابطہ کی اہم کمیٹیاں اور بورڈ:

- **جنرل اِسلامی کانفرنس (مؤتمر عالم اِسلامی):** یہ سب سے بڑی انتظامی اتھارٹی ہے۔
- **مجلس قانون ساز:** یہ رابطہ کے پروگرام طے کرتی ہے اور ضروری ہدایات نافذ کرتی ہے۔
- **نظامت عامہ:** یہ مجلس قانون ساز کے پروگراموں اور ہدایات کو نافذ کرنے والا

ادارہ ہے جو کہ رابطہ کے تمام پروگراموں اور سرگرمیوں کی نگرانی کرتا ہے۔

❀ بین الاقوامی سپریم کونسل برائے مساجد

❀ مرکز تربیت ائمہ وخطباء ❀ اسلامی تعاون کونسل ❀ فقہی مجلس مشاورت [1]

فلاحی انجمن برائے حفظ قرآن کریم: یہ فلاحی انجمن 1382ھ میں چند مخیّر حضرات کے ہاتھوں قیام پذیر ہوئی۔ اُن میں سے اہم شخصیت محمد یوسف پاکستانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

1386ھ میں پہلی دفعہ 18 حفاظ کرام نے مکمل قرآن مجید حفظ کیا۔ سب سے پہلے گروپ نے حفائر مقام پر محمد بن لادن کی مسجد میں کام شروع کیا۔ اُس وقت اُن کی تعداد بہت کم تھی مگر اب اُن کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے ایسے گروپ سینکڑوں تک پہنچ چکے ہیں۔ صرف حرم مکی میں چالیس گروپ قائم ہو چکے ہیں۔

اس جماعت کے تحت ایک اور ادارہ بھی کام کر رہا ہے جس کا نام ''معہد دار ارقم بن ابی الارقم'' ہے۔ اس میں طالب علم مکمل قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد داخلہ لیتا ہے اور دو سال تک حفظ کی دہرائی کرتا اور تجوید کا علم حاصل کرتا ہے۔

اِس معہد میں ایک درجہ تخصُّص بھی ہے جس میں داخلہ معہد کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملتا ہے۔ اِس میں تین سال تک قراءت اور دوسرے قرآنی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس معہد میں پانچ مخصوص حلقے ہیں جو اُن مسلمانوں کے لیے مختص ہیں جو دنیا کے کسی بھی ملک میں بطور اقلیت بستے ہیں۔ اور چودہ حلقے ایسے ہیں جن میں قرآن مجید کے معلّمین تیار کیے جاتے ہیں۔

پہلے یہ انجمن ''جامعہ اسلامیہ امام محمد بن سعود'' کی زیر نگرانی کام کرتی تھی۔ جب سے وزارت اوقاف قائم ہوئی ہے، اس انجمن کو اِس وزارت کے ماتحت کر دیا گیا۔ [2]

---

① الدبلوماسية والمراسم الملكية ۔ عبد الرحمن بن محمد الحمودي: ٦٨٠/١.

② ابهاج الحاج، شيخ زهراني، ص:٢٠٥.

جامعہ اُم القریٰ: جامعہ اُم القریٰ مملکت سعودیہ کی اہم یونیورسٹی ہے جو مکہ مکرمہ میں قائم ہے۔ یہ سب سے پرانی یونیورسٹی ہے۔ اِس کی ابتدا 1369ھ میں شریعت کالج سے ہوئی۔ 1391ھ میں شریعت کالج اور اس یونیورسٹی کے دوسرے کالجوں کو جدہ کی ''شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی'' سے ملحق کردیا گیا۔ 1400ھ میں ایک شاہی فرمان کے ذریعے مکہ مکرمہ میں مستقل جامعہ ام القریٰ قائم کردی گئی۔ اس جامعہ کی بنا پر وہاں ایک پورا شہر آباد ہو چکا ہے۔ اس یونیورسٹی کے تحت بہت سے کالج کام کر رہے ہیں اور غیر عربی لوگوں کو عربی زبان سکھانے کے لیے ایک مرکز بھی قائم کر دیا گیا ہے۔ یونیورسٹی میں مندرجہ ذیل کالجز ہیں:

1. شریعت اور علوم اِسلامیہ کالج
2. دعوت واُصُول دین کالج
3. تربیت کالج
4. عربی زبان وادب کالج
5. معاشرتی علوم کالج
6. تطبیقی علوم کالج
7. انجینئرنگ کالج۔

طائف شہر میں بھی ایک تربیت کالج اِس جامعہ کے تحت کام کر رہا ہے۔ یہ یونیورسٹی ایم۔اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں جاری کرتی ہے۔ بے شمار طلبہ اِس یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہو کر دنیا کے کونے کونے میں علم پھیلا رہے ہیں اور صحیح عقیدہ کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ بدعات اور گمراہی کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ یونیورسٹی اِسلام کا عظیم قلعہ اور بلند مینار ثابت ہوگی۔[1]

دارالحدیث مکہ مکرمہ: یہ ان مدارس میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے قرآن کریم اور سنت نبویہ کی نشرواشاعت میں قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور دنیا کے گوشے گوشے سے

[1] على طريق المستقبل، التعليم العالى، وزارة الاعلام، ابهاج الحاج، زهرانى، ص:٢٠٩.

آنے والے بے شمار طلبہ نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اِس کا آغاز 1352ھ میں ایک پرائیویٹ مدرسہ کے طور پر ہوا پھر 1391ھ میں اِسے جامعہ اِسلامیہ مدینہ منورہ سے ملحق کر دیا گیا۔ اب یہ جامعہ کی نگرانی میں کام کر رہا ہے۔

اِس میں دو تعلیمی مرحلے ہیں:

1. مڈل اسکول: اس کا نصاب تین سالہ ہے۔ اِس کی تکمیل کے بعد طالب علم کو سند جاری کی جاتی ہے۔
2. شعبہ میٹرک: اس کا نصاب بھی تین سالہ ہے۔[1]

مدرسہ دارالحدیث خیریہ اور اس کے تعلیمی مراحل: یہ ایک خیراتی مدرسہ ہے جو 1352ھ میں شاہ عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کی رضامندی سے جاری کیا گیا اور اس وقت سے مسلسل کتاب وسنت کی خدمت میں مشغول ہے۔ ایک سپریم کونسل اس کی نگرانی کرتی ہے جس کے سربراہ حکومت سعودیہ کے مفتی اعظم ہوتے ہیں۔ دارالحدیث میں چار تعلیمی مراحل ہیں:

1. حفظ قرآن کریم کے لیے مدرسہ دارالفائزین: اس کی تعلیمی مدت چھ سال ہے۔ وزارت تعلیم صرف تعلیمی نقطۂ نظر سے اِس شعبہ کی نگرانی کرتی ہے۔ مالی یا انتظامی معاملات براہ راست دارالحدیث خیریہ کے تحت ہیں۔ اِس شعبہ کی ابتدا 1304ھ میں ہوئی تھی۔
2. مڈل اسکول: اس کی تعلیمی مدت تین سال ہے۔
3. ثانوی تعلیم: اس کی مدتِ تعلیم چار سال ہے۔
4. شعبہ اعلیٰ تعلیم: اِس کی مدت بھی چار سال ہے۔

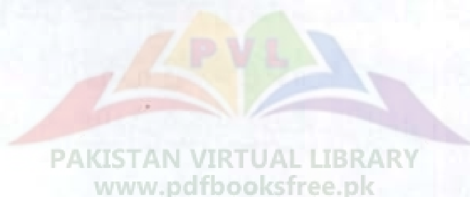
---

[1] ابهاج الحاج، ص:۲۱۳.

دارالحدیث خیریہ میں طالب علم کو دیگر سہولتوں کے ساتھ ساتھ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ دارالحدیث کا نصاب مملکت سعودیہ کے تعلیمی منصوبہ کے مطابق ہے۔ ①

اِس دارالحدیث کے قیام کا مقصد عقائد کی تصحیح، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے تاکہ خالص اِسلامی ماحول پیدا ہو اور نئے فتنوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اِس مدرسہ میں چالیس اسلامی وغیر اسلامی ممالک کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اِس وقت اُن کی تعداد 1100 سے زائد ہے۔ ②





① ابهاج الحاج۔ زهرانی حسن ٢١٤.

② السلفیون فی الهند والملك عبد العزیز . د/ سعد الشویعر .

مکہ مکرمہ کی مشہور لائبریریاں

حرم لائبریری: یہ ایک قدیم لائبریری ہے۔ اس کی اہمیت حرم شریف کی مرہون منت ہے۔ اس میں اہم اسلامی کتب اور نادر مخطوطے موجود ہیں۔ شائقین علم کے لیے اِس کے دروازے صبح وشام کھلے رہتے ہیں اور علماء اِس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ لائبریری حرم شریف کے قریب واقع ہے۔

جنرل لائبریری زیرِ انتظام محکمہ تعلیم: یہ عظیم الشان لائبریری ہے۔ جس کا انتظام محکمہ تعلیم کے سپرد ہے۔ اس میں ہر قسم کی کتابوں کا عظیم ذخیرہ موجود ہے، جن میں ہر شخص کو اُس کے مطلب کی بات مل سکتی ہے۔ یہ لائبریری مکہ مکرمہ کے محلّہ ''زاہر'' میں واقع ہے۔

جامع فرقان لائبریری: اِس میں دینی اور ثقافتی کتابوں کا عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے اور یہ محلّہ ''عوالی'' میں واقع ہے۔ اِس کے بارے میں شیخ ناصر بن مُسفر زہرانی فرماتے ہیں: ''شائقین علم نے اِسے بہت پسند کیا ہے۔ علماء نے اِس کی بہت قدر کی ہے۔ شہریوں نے بڑھ چڑھ کر اس کی مدد کی ہے۔ یہ اہل سنت کے لیے منارۂ علم کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اس میں کسی بدعتی، غالی اور گمراہ کی کوئی کتاب نہیں۔''

جامعہ اُمّ القُریٰ لائبریری: یہ ایک عظیم الشان لائبریری ہے جس میں ہزاروں قیمتی اور مفید کتب موجود ہیں۔

مکہ لائبریری: اس میں نادر مخطوطے، بہترین تالیفات اور بے مثال تصنیفات موجود ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود اِس کی کتابیں اور مخطوطے انتہائی مفید ہیں اور شائقین علم کی پیاس بجھاتے ہیں۔ یہ بھی حرم سے قریب واقع ہے۔[1]

[1] إبهاج الحاج و دور المملكة العربية السعودية في خدمة الإسلام.

مکہ مکرمہ کے بعض تاریخی مقامات

مکہ مکرمہ میں بہت سی تاریخی عمارات پائی جاتی ہیں جن میں سے اکثر مساجد ہیں۔ ان میں سے کچھ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں مکہ مکرمہ کی تاریخی اہمیت کے لحاظ سے اِس میں بہت سے محلات اور قدیم مکانات ہیں۔ جن میں سے کچھ کو نئی بلدیاتی توسیع کے پیش نظر منہدم کر دیا گیا ہے۔ البتہ بعض انتہائی قدیم عمارات محفوظ ہیں۔ مثلاً: قلعہ اجیاد، جسے اب اسلامی عجائب گھر کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ مکہ مکرمہ کے اہم تاریخی مکانات میں سے چند یہ ہیں: **ابوسفیان** رضی اللہ عنہ کا مکان، ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکان، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کا مکان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مکان۔ [1] (اس کے علاوہ مکہ مکرمہ میں عجائب گھر بھی بنایا گیا ہے جس سے قدیم عرب ثقافت کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔)



[1] السياحة في المملكة السعودية للدكتور السلطان أحمد ص ١٦١.

مصادر ومراجع

١ ـ أخبار مكة ـ محمد بن إسحاق الفاكهي.

٢ ـ أخبار مكة ـ أبو الوليد الأزرقي.

٣ ـ أطلس المملكة العربية السعودية ـ مكتبة العبيكان.

٤ ـ إبهاج الحاج ـ الشيخ ناصر بن مسفر الزهراني.

٥ ـ البداية والنهاية ـ ابن كثير.

٦ ـ بداية المجتهد ـ ابن رشد.

٧ ـ تاريخ مكة ـ أحمد السباعي.

٨ ـ تاريخ الكعبة ـ د. علي حسين الخربوطلي.

٩ ـ تفسير ابن كثير.

١٠ ـ تاريخ ابن خلدون.

١١ ـ تاريخ الطبري.

١٢ ـ تاريخ عمارة المسجد الحرام ـ حسين عبد الله باسلامة.

١٣ ـ تهذيب الأسماء واللغات ـ النووي.

١٤ ـ تاريخ أبي الفداء.

١٥ ـ تاريخ الإسلام ـ الذهبي.

١٦ ـ جامع الترمذي.

١٧ ـ جامع البيان ـ ابن جرير الطبري.

١٨ ـ الحج ـ د. عبد الله بن محمد الطيار.

١٩ ـ الحج والعمرة والزيارة ـ الشيخ عبد العزيز ابن باز رحمه الله.

٢٠ ـ حياة الصحابة ـ الكاندهلوي.

٢١ ـ خاتم النبيين ـ محمد أبو زهرة.

٢٢ ـ الدرر ـ ابن عبد البر.

٢٣ ـ الدليل الإرشادي للحاج ـ وزارة الشئون الإسلامية والأوقاف.

٢٤ ـ دور المملكة العربية السعودية في خدمة الإسلام.

٢٥ ـ الدبلوماسية والمراسم السعودية ـ د/ عبد الرحمن الحمودي.

٢٦ ـ الروض الأنف ـ السهيلي.

٢٧ ـ رحمة للعالمين ـ المنصور فوري.

٢٨ ـ زاد المعاد ـ ابن القيم.

٢٩ ـ سنن أبي داود.

٣٠ ـ سنن النسائي.

٣١ ـ سنن ابن ماجه.

٣٢ ـ سنن البيهقي.

٣٣ ـ سنن الدار قطني.

٣٤ ـ السيرة النبوية ـ ابن هشام.

٣٥ ـ سير أعلام النبلاء ـ الذهبي.

٣٦ ـ السلفيون في الهند والملك عبد العزيز . د/ سعد الشويعر.

٣٧ ـ السياحة في المملكة العربية السعودية ـ د/ سلطان أحمد الثقفي.

٣٨ ـ شعب الإيمان – البيهقي.

٣٩ ـ شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام ـ تقي الدين الفاسي.

٤٠ ـ صحيح البخاري.

٤١ ـ صحيح مسلم.

٤٢ ـ على طريق المستقبل ـ التعليم العالي ـ وزارة الإعلام.

٤٣ ـ عام الكتاب الدولي ١٩٧٢ ـ وزارة المعارف.

٤٤ ـ فتح الباري ـ ابن حجر العسقلاني.

٤٥ ـ الفصول في سيرة الرسول. ابن كثير.

٤٦ ـ الفقه على المذاهب الأربعة ـ عبد الرحمن الجزيري.

٤٧ ـ الكامل ـ ابن الأثير.

٤٨ ـ الكشاف ـ الزمخشري.

٤٩ ـ لسان العرب ـ ابن منظور.

٥٠ ـ منائح الكرم ـ علي بن تاج الدين السنجاري.

٥١ ـ معجم البلدان ـ ياقوت الحموي.

٥٢ ـ مثير الغرام الساكن ـ ابن الجوزي.

٥٣ ـ مصنع كسوة الكعبة ـ الرئاسة العامة لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي.

٥٤ ـ مسند الإمام أحمد.

٥٥ ـ موطأ الإمام مالك.

٥٦ ـ مجمع الزوائد ـ الهيثمي.

٥٧ ـ المستدرك على الصحيحين – للحاكم النيسابوري.

٥٨ ـ مختصر سيرة الرسول ﷺ ـ محمد بن عبد الوهاب.

٥٩ ـ مجمع البحرين ـ الهيثمي.

٦٠ ـ الملخص الفقهي ـ الدكتور صالح الفوزان.

٦١ ـ مرشد المعتمر والحاج والزائر ـ سعيد بن علي القحطاني.

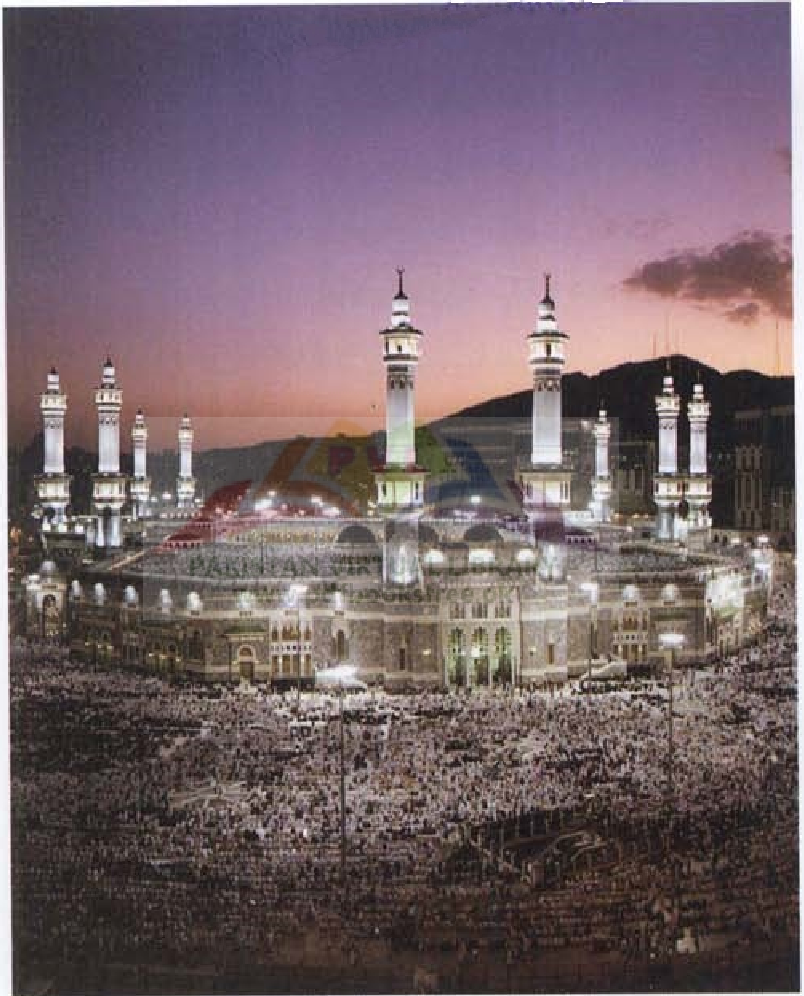
٦٢ ـ مجلة التضامن الإسلامي صفر ١٤١٤هـ.

٦٣ ـ مجلة مكتبة الملك فهد جمادى الآخرة ١٤١٧هـ.

٦٤ ـ المجموع ـ النووي.

٦٥ ـ هذا الحبيب يا محب ـ الجزائري.





تاریخ مکہ مکرمہ

- یہ کتاب مکہ مکرمہ اور بیت اللہ شریف کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتی ہے اور ان خاص خاص تاریخی واقعات کا ذکر کرتی ہے جن کا بیت اللہ شریف کی بنیاد و تعمیر، اس کے تقدس اور دینی مقام و مرتبہ سے براہ راست تعلق ہے۔
- کتاب میں ان مقامات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جن کا ذکر مکہ مکرمہ کے ذکر کے ساتھ لازم و ملزوم ہے جیسے حجر اسود، چاہ زمزم، منی اور عرفات وغیرہ۔
- خانہ کعبہ اور مسجد حرام کے ذکر کے لئے الگ عنوان قائم کیا گیا ہے جس میں تاریخ کے مختلف ادوار میں مسجد حرام میں ہونے والی توسیع اور تزئین و آرائش کا تذکرہ ہے۔
- کتاب کے آخری حصہ میں حجاج بیت اللہ الحرام اور معتمرین کی رہنمائی کے لئے مناسک حج اور عمرہ کی ادائیگی کا مکمل طریق کار اور مختصر احکام ذکر کئے گئے ہیں۔
- مکہ مکرمہ کی تاریخ اور اس کے احوال کے موضوع پر یہ کتاب ایک اسلامی لائبریری کی حقیقی ضرورت ہے جو عام قارئین اور محققین کے لیے یکساں مفید ہے۔
- دوران تالیف اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ صرف مستند واقعات، روایات اور صحیح احادیث ہی کتاب میں شامل کی جائیں۔



دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ISBN: 960-892-01-8
